اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

نگرانِ اعلیٰ
مولانا مفتی محمود
مدظلہ

حافظ محمد زکریا صاحب

بھارت کے مسلمان کس حال میں ہیں'
کیا سوچ رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں؟

مولانا اسعد مدنی کے خیالات

اسلامی وزراء خارجہ کانفرنس ۔ مشترکہ اعلامیہ

اداریہ

۷، تا ۱۴ فروری ۸۰ء | شمارہ ۶ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سارے نبیوں کے ہیں سردار رسول عربیؐ
دونوں عالم کے ہیں مختار رسول عربیؐ

بالیقیں ہے وہی توحیدِ خدا کا اقرار
جو رسالت کا ہے اقرار رسول عربیؐ

گالیاں کھا کے بھی دشمن کو دعائیں دی ہیں
اللہ اللہ ترا کردار رسول عربیؐ

تلخیٔ لہجۂ اعدا کا مداوا ٹھہری
تیری شیرینیٔ گفتار رسول عربیؐ

کاش اللہ بنا دے کوئی ایسی صورت!
دیکھوں روضہ ترا سو بار رسول عربیؐ

گلشن دہر میں موجود نہیں جس کی مثال
تو ہے قدرت کا وہ شہکار رسول عربیؐ

تیرے روضے پہ شب و روز بحکمِ مولا
ہوتی ہے بارشِ انوار رسول عربیؐ

تو نے ان سب کی شفاعت کا لیا ہے ذمہ
امتی جو ہیں خطا کار رسول عربیؐ

آرزو دید کی رکھتا ہے سرورِ محزوں
اس پہ بھی چشمِ کرم بار رسول عربیؐ

جو دل پہ نقش محمدؐ کا نام ہو جائے
تو یہ صنم کدہ بیت الحرام ہو جائے

جو صدقِ دل سے نبیؐ کا غلام ہو جائے
سپرد اس کے جہاں کا نظام ہو جائے

اگر حضورؐ کی سنت پہ ہو عمل اس کا
بشر کا عرش سے اونچا مقام ہو جائے

ہر ایک گھر میں ہدایت کی روشنی پھیلے
اگر حضورؐ کی تعلیم عام ہو جائے

اگر کسی کی شفاعت حضورؐ فرمائیں
تو اس پہ آتشِ دوزخ حرام ہو جائے

ہمیشہ پیشِ نظر ہو اگر رضائے خدا
تو مشکلات کا قصہ تمام ہو جائے

سرور تم کو بہت خوش نصیب ہم سمجھیں
اگر قبول تمھارا سلام ہو جائے

سرور بجنوری

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ | شمارہ نمبر ۶

جمعۃ المبارک ۳۰ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۶۵ روپے
ششماہی
۳۳ روپے
سہ ماہی ۱۷ روپے
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت : ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

پرنٹر پبلشر مولانا عبید اللہ انور ... لاہور ۸

اسلامی وزراء خارجہ کانفرنس مشترکہ اعلامیہ

اسلام آباد پاکستان میں اسلامی ملکوں کی سہ روزہ وزراء خارجہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا وہ ایک حد تک اطمینان بخش ہے۔ وزراء خارجہ کی کانفرنس میں قرار دادوں کی صورت میں مرتب کی جانے والی سفارشات میں کہا گیا ہے کہ روسی فوجیں فوری اور غیر مشروط طور پر افغانستان سے واپس بلائی جائیں۔ اسلامی ممالک کے خلاف ہر قسم کے دباؤ کی مذمت اور طاقت کے استعمال کی مذمت کی گئی۔ ایران کے خلاف اقتصادی اور سیاسی پابندیاں عائد کرنے کی مخالفت کی گئی۔ صیہونی ریاست اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے پر حکومت مصر کی پالیسی اور صومالیہ کے خلاف مسلح جارحیت کی مذمت کی گئی۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم سے افغانستان کی رکنیت معطل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلامی ملکوں سے کہا گیا کہ جب تک روسی فوجیں افغانستان سے نہ چلی جائیں اسوقت تک افغانستان کی موجودہ غیر قانونی حکومت کو نہ تسلیم کیا جائے۔ اس حکومت کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع رکھیں اور افغانستان کی موجودہ حکومت کی تمام اقتصادی امداد بند کر دیں۔ کانفرنس نے تمام ملکوں اور اقوام پر زور دیا کہ وہ افغانی عوام کی حمایت کریں اور روسی جارحیت کے نتیجے میں بے گھر ہونے والے افغان مہاجرین کی مادی اور اخلاقی حمایت کی جائے۔ کانفرنس نے ان افغان عوام سے اپنی مکمل یکجہتی کا اظہار کیا جو اپنے ایمان کی سلامتی ملک کی آزادی علاقائی یکجہتی اور اپنی قسمت اور مستقبل کے فیصلہ کا حق حاصل کرنے کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔ کانفرنس میں تمام رکن ممالک سے کہا گیا کہ اگر روس افغانستان سے اپنی فوجیں واپس نہ بلائے تو ماسکو میں ہونے والے عالمی اولمپکس میں شرکت کے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔

پہلے مرحلے پر اگر اسلامی ممالک ان سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کر لیں اور ہر قسم کے خطرات، خوف اور خدشات کی پروا نہ کرتے ہوئے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کامل یکجہتی اور مکمل اتحاد

کے ساتھ قدم اٹھائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ روس ایسی توسیع پسندانہ سامراجی طاقت گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور نہ ہو جائے اور دیگر سپر طاقتیں بھی آئندہ کسی جارحانہ اقدام کی جرأت نہ کریں اور اس بیدردی اور بربریت کے ساتھ ایک آزاد اور خودمختار ملک میں سنگین اور کھلی مداخلت نہ کریں۔

گو روس نے انتہائی ڈھٹائی، ہٹ دھرمی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی کانفرنس کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا ہے کہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں کھلی مداخلت ہے مگر اس کے باوجود روس پورے عالم اسلام اور آزادی و خودمختاری کی روایات اور اصولوں پر یقین رکھنے والے دیگر ممالک کی ناراضی مول لینے کی حماقت نہیں کرے گا بشرطیکہ اسلامی ممالک اسلامی وزراء خارجہ کانفرنس کی سفارشات پر عمل پیرا ہو جائیں۔

اور اس مقصد کے لئے اگر اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد بھی کرنا ضروری ہو تو کیا جائے جیسا کہ قومی رہنماؤں اور قومی حلقوں کی طرف سے حکومت پاکستان کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرائی گئی ہے۔ سربراہی کانفرنس کے فیصلوں کی حیثیت محض سفارشات کی نہیں ہوگی بلکہ ٹھوس اقدامات کی ہوگی۔

اگر خدانخواستہ وزراء خارجہ کانفرنس کے فیصلوں پر کسی بھی وجہ سے فوری عملدرآمد نہ کیا گیا تو روس کو افغانستان میں اپنے آپ کو مستحکم کرنے اور اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے گرم پانیوں اور تیل کے چشموں تک پہنچنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں آسانی ہوگی اور افغانی مجاہدین (جو نہ صرف اپنی موت و حیات کی جنگ لڑ رہے ہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے دفاع کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں) کی قوت مزاحمت کمزور پڑ جائے گی ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور ان کی امید کی آخری کرن بھی بجھ جائے گی۔

موجودہ حالات کا سب سے اہم تقاضہ یہ ہے کہ افغان مجاہدین کی قوت مزاحمت تیز کرنے کے لئے ان کی ہر قسم کی امداد کی جائے۔ مجاہدین جس بے سروسامانی کے عالم میں ایک سپر طاقت کے مقابلے میں جس طرح سے سینہ سپر ہیں اس کی مثالیں تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں۔ ان افغان مجاہدین نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یادیں تازہ کر دی ہیں۔ اب انہیں خدا کی نصرت کے ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں اور انسانی اقدار کے علمبرداروں کی عملی اعانت کی ضرورت ہے۔

اب تک یہ مجاہدین ایمان کی قوت کے بل پر لڑتے رہے۔ ان کا ایمان اب بھی پہلے کی طرح پختہ ہے۔ یہ اپنے عظیم مقصد کی صداقت پر شدت سے یقین رکھتے ہیں۔ انہیں حصول منزل میں بھی شک و شبہ نہیں۔ اگر یہ مجاہدین، خدا نہ کرے، کسی مرحلے پر بظاہر ناکام بھی ہو جاتے ہیں تو بھی ان کی سرخروئی میں کلام کی گنجائش نہیں مگر امت مسلمہ کی جو ذمہ داریاں ہیں ان سے عہدہ برآں ہونے کے لئے ہمیں بھی ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں۔

افغان مجاہدین کی امداد کے ساتھ ہی افغان مہاجرین کی امداد بھی نہایت ضروری ہے جن کی تعداد پاکستان میں پانچ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ بعض اسلامی ممالک اور دیگر آزادی پسند ممالک کی طرف سے کچھ امداد ہوئی ہے۔ پاکستان کے غیور عوام بھی اپنی سی کوشش کر رہے ہیں، لیکن یہ تمام تر کوششیں افغان مہاجرین کی ضرورت سے بہت کم ہیں ان کوششوں میں کئی گنا اضافے کی ضرورت ہے اور نظم و ضبط کی بھی جس کے فقدان کی شکایات عام طور پر سنی جا رہی ہیں۔

ایجنسی ہولڈر حضرات سے!

آئندہ ڈرافٹس وغیرہ کی صورت میں ارسال کی جانے والی رقوم ہفت روزہ "ترجمان اسلام" کے ایڈیٹر اکرام القادری کے نام پر ارسال کریں۔

(ادارہ)

ملاقات: راؤ منور احمد خان

وہاڑی میں بھاری صنعت لگا کر یہاں کے عوام کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا جائے
شہر میں تعلیم کا مسئلہ حکومت کی فوری توجہ کا مستحق ہے

معروف سماجی رہنما جناب ڈاکٹر عبدالرشید ایم۔بی۔بی۔ایس سے ایک ملاقات

خوش طبع۔ خوش مزاج۔ با اخلاق۔ ملنسار۔ با ہمت۔ با حوصلہ۔ یہ ہے ضلع وہاڑی کی ممتاز سیاسی و سماجی شخصیت کالعدم جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی راہنما جناب ڈاکٹر عبدالرشید صاحب جو ایک عرصہ سے ضلعی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب واقعی سماجی بہبود کا مرکزی کردار اور عوامی ذہن کے مالک ہیں۔ سماجی مسائل کے حل کے لئے خصوصی دلچسپی سے کام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاڑی کے عوام ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ کسی منفعت کے بغیر اہل شہر و علاقہ کی بہتری کے لئے سوچتے رہتے ہیں اور اپنی ہمت اور قابلیت کو تعمیری طرز فکر پر صرف کرتے ہیں۔ راقم الحروف نے ان کی انہی خوبیوں کے پیش نظر ان سے ملاقات کا دلی خواہش سے ارادہ ظاہر کیا۔ ملاقات کا وقت رفیق محترم جناب راؤ محمد یامین صاحب کی کوششوں سے طے ہو چکا تو وقت مقررہ پر راقم موصوف راؤ صاحب کی ہمراہی میں ان کی رہائش گاہ رشید کلینک حاضر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب انتظار فرما رہے تھے۔ بڑے ہی تپاک سے ملے پھر جو سلسلۂ کلام شروع ہوا ملکی حالات سے لے کر مقامی مسائل تک تمام امور زیر بحث آئے۔ موصوف ایک عرصہ تک کالعدم جماعت اسلامی کے سرگرم مقامی راہنما رہے ہیں۔ پھر آپ نے اصولی اختلاف کی بنا پر جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے کالعدم جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کر لی۔

میں نے پہلا سوال ابتدائی تعلیم کے بارے میں کیا تو فرمانے لگے میٹرک تک تعلیم لورگڑھ۔ جہانیاں اور ایف۔ ایس سی وہاڑی سے کیا۔ ایم۔بی۔بی۔ایس کا امتحان کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ۱۹۵۵ء میں پاس کیا اور تین سال تک میڈیکل آفیسر کی حیثیت سے لاہور۔ مری۔ کوئٹہ اور دیگر اہم شہروں میں فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۵۸ء میں وہاڑی میں باقاعدہ پریکٹس شروع کی۔ اسوقت یہاں کوئی ایکسرا اور بڑا ہسپتال نہیں تھا اور اس کمی کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ علاج معالجہ کی مناسب سہولتیں نہ ہونے پر عوام کو بڑی پریشانی کا سامنا تھا۔ اس ہسپتال کی ابتداء سے عوام نے بڑی حد تک سکھ کا سانس لیا۔

میں نے وہاڑی شہر کے اہم مسائل کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:

"صاحب کیا بتائیں اور کس کس چیز کا رونا روئیں۔ آپ پہلے تعلیم ہی کے مسئلہ کو لیجئے۔ یہ یہاں کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ میں چونکہ انجمن ترقی تعلیم وہاڑی کا جنرل سیکریٹری بھی ہوں۔ بارہا حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک نوجوان نسل کو زیور تعلیم سے آراستہ نہیں کیا جائے گا پاکستان زندگی کے کسی شعبہ میں بھی انقلابی تبدیلی نہیں لا سکتا خواہ اس کا تعلق زراعت سے ہو یا صنعت سے۔ لوگوں کے فکر اور سوچ کو صرف تعلیم کے ذریعہ ہی بدلا جا سکتا ہے۔ لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہاڑی ایک ضلع ہونے کے باوجود یہاں ایک ڈگری کالج تک نہیں۔ پورے ضلع میں صرف وہاڑی شہر میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ایک انٹر کالج ہے لیکن یہاں ہوسٹل کا انتظام نہیں جس کی وجہ سے یہاں کے عوام اپنی بچیوں کا تعلیمی سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے۔ اس وجہ سے عوام کو سخت پریشانی کا سامنا ہے۔ پھر علاقہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے میٹرک تک اسکول ناکافی ہیں۔ شہر میں کم از کم تین اسکول اور ہونے چاہئیں تاکہ والدین بآسانی اپنے بچوں کو تعلیم دلوا سکیں۔ ہماری اس تنظیم ترقی تعلیم کا مقصد اور مشن بھی یہی ہے کہ شہر میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے زیادہ سے زیادہ اسکول کھلوائے جائیں تاکہ بڑی تعداد میں بچے تعلیم سے بہرہ ور ہو سکیں۔

زرعی مسائل:

زرعی مسائل کے بارے میں سوال

ہوا تو یوں گویا ہوئے :

"راؤ صاحب ! وہاڑی ضلع بڑا زرخیز علاقہ ہے ۔ یہاں کے لوگ بہت محنتی ہیں ۔ زراعت کے لحاظ سے یہ علاقہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ یہاں کپاس ۔ گندم ۔ گنا ۔ چاول ۔ آم ۔ کینو اور مالٹا کی بڑی تعداد میں فراوانی ہے ۔ یہ ہمارا خام مال ہے ۔ اور یہ اصول ہے کہ جہاں خام مال کی فراوانی ہو تو اس کی صنعت بھی اسی علاقہ میں لگائی جاتی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ کینو ۔ مالٹا ۔ آم وغیرہ اس علاقہ میں ہے لیکن اس کی صنعت (شیزان فیکٹری) لاہور میں لگائی گئی جبکہ سارا خام مال وہاڑی ۔ شجاع آباد ۔ مظفر گڑھ اس ایریا سے جاتا ہے ۔ اسی طرح گندم کو یہاں سے لاہور لے جایا جاتا ہے ۔ پھر اس کا آٹا پسوا کر یہاں لایا جاتا ہے اور اس کا سارا بوجھ غریب عوام پر پڑتا ہے ، تو کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ جہاں جو چیز وافر تعداد میں موجود ہو اسکی صنعت اسی علاقہ میں لگا دی جائے ۔ دفاعی نقطہ نظر سے لاہور اور کراچی میں بھاری اور بڑی تعداد میں صنعتیں لگانا نقصان دہ ہے ۔

انہوں نے مزید کہا کہ نامعلوم لاہور اور کراچی کو اتنی اہمیت کیوں دی جاتی ہے کہ ہر چیز کی بڑی صنعت انہی شہروں میں لگائی جاتی ہے ۔ پورے ملک کی دولت کو انہی شہروں میں صرف کر دیا جاتا ہے ۔ حالانکہ دفاعی نقطۂ نظر سے اگر آپ سوچیں تو معلوم ہو گا کہ لاہور شہر بارڈر کے بالکل قریب ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی انڈیا کی پاکستان سے جنگ شروع ہوئی تو انڈیا نے لاہور کو فتح کرنے کے لئے پوری قوت صرف کی ۔ یہ خدائے عظیم کا احسان ہے کہ اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ۔ ۶۵ء کی جنگ میں پاکستان کو صرف لاہور شہر کو بچانے کے لئے پانچ ہزار قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا ۔ ہونا یہ چاہیئے کہ بارڈر سے کئی سو میل کے فاصلے پر بھاری صنعتیں لگائی جائیں ۔ ہندوستان کو دیکھ لیجئے وہاں کوئی بھی بھاری صنعت کشمیر ۔ مشرقی پنجاب ، ہریانہ راجستھان ، گجرات میں قائم نہیں ہے اور اس نے بارڈر سے تقریباً کوئی پانچ سو میل کے فاصلہ پر بھاری صنعتیں لگائی ہیں ۔

کراچی میں بھی اسی طرح ہے کہ بڑی بڑی ملیں وہاں ہیں جبکہ کراچی پاکستان کی آخری سرحد ہے ۔ جنگ کی صورت میں یہاں بھی خطرات کے بادل منڈلاتے رہتے ہیں ۔ میرا نقطۂ نظر اس بارے میں یہ ہے کہ حکومت ان علاقوں میں آئندہ بھاری ملیں نصب کرے جو بارڈر ایریا سے بہت دور ہوں ۔

دفاعی نقطۂ نظر سے لاہور اور کراچی

میں بھاری اور بڑی تعداد میں صنعتیں لگانا نقصان دہ ہے

ذرائع مواصلات

ذرائع مواصلات کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے :

"جہاں تک ذرائع مواصلات کا تعلق ہے یہاں کے شہریوں کو ٹیلیفون کے معاملہ میں بڑی تکلیف کا سامنا ہے ۔ یہ ایک کاروباری منڈی ہے ۔ تاجر طبقہ کو جب اس سلسلہ میں باہر کوئی رابطہ قائم کرنا ہو تو اسے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس منڈی سے حکومت کو معقول آمدنی بھی ہے ۔ اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس شہر کو دوسرے بڑے شہروں کے ساتھ ڈائلنگ سسٹم کے ذریعہ ملا دے تاکہ تاجر طبقہ کو اس پریشانی سے نجات مل سکے ۔ اسی طرح ٹرین کا مسئلہ ہے ۔ وہاڑی ضلع ہونے کے باوجود یہاں کوئی بھی ٹرین کراچی نہیں جاتی ، اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ اس مسئلہ کی طرف بھی فوری توجہ دے ۔ وہاڑی سے خانیوال سڑک ناکافی ہے اس کو کشادہ کیا جائے ۔ وہاں سے میاں چنوں روڈ کو بھی پختہ بنایا جائے ۔ لڈن ، اکرم پور ، میلسی دیا پور روڈ جلد از جلد مکمل کیا جائے ۔ پاکپتن لودھراں برانچ لائن ہے ۔ کافی عرصہ سے یہاں کے عوام کا مطالبہ ہے کہ یہاں میل گاڑی چلائی جائے ۔ وہاڑی کے اردگرد بے شمار مرضی پورے "بنے ہوئے" ہیں ۔ اس جگہ کو ان لوگوں سے خالی کرا کر ناجائز تجاوزات ختم کرائی جائیں ان لوگوں کے مسائل حل کرنے کیلئے رہائشی پلاٹ بذریعہ نیلامی یا قرعہ اندازی دیئے جائیں تاکہ وہ لوگ باعزت زندگی بسر کر سکیں ۔ ڈاکخانہ کی نئی بلڈنگ کو جلد از جلد مکمل کیا جائے ۔ غلہ منڈی وہاڑی کا کاروبار ختم ہوتا جا رہا ہے ۔ بہت سے لوگوں نے یہ دھندا شروع کیا ہوا ہے کہ منڈی سے باہر ہی وہ جنس خریدتے رہتے ہیں اور ڈائریکٹ کارخانوں کو سپلائی کرتے رہتے ہیں ۔ نہ تو یہ کوئی انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں اور نہ ہی حکومت کے دیگر واجبات ۔ یہ لوگ انتظامیہ سے مل ملا کر براہ راست مال کارخانوں کو سپلائی کر دیتے ہیں جس سے غلہ منڈی کے آڑھتی سخت پریشان ہیں ۔

صحت وصفائی

مارشل لا احکام کی وجہ سے

اس وقت صحت وصفائی کی حالت کچھ بہتر ہے لیکن کچی آبادیوں میں وہی پرانی حالت ہے ۔ کچی آبادی اور پیپلز کالونی میں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر نظر آتے ہیں ۔ پیپلز کالونی میں گٹر سسٹم بالکل فیل ہو چکا ہے ۔ حکومت کو چاہیئے ایسے افراد کا محاسبہ کرے جنہوں نے ایسا ناقص کام کیا ہے ۔ شہر اور گردونواح میں لوگوں نے جو ناجائز تجاوزات کر رکھی ہیں ان کو فوری ختم کرایا جائے ۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے

حضرت مولانا
محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بہت بڑے بزرگ صاحب کشف و کرامت ولی اللہ تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے استاد تھے۔ مولانا حضرت نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ کے استاد زادہ تھے۔ دارالعلوم کے صدر مدرس تھے۔ مستجاب الدعوات تھے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق آپ کا عشق اور محبت جنون کی حد تک تھا۔ اردو فارسی میں آپ کے کئی قصیدے ہیں۔ اختصار کی مجبوری سے صرف چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

رسول ایسا کہ مرسل ہیں امتی اس کے
وہ بادشاہ کہ سب بادشاہ اس کے غلام
خدا ہے عارف مداح ذات عالی کا
جو کوئی مدح کا دعوے کرے خیال ہے خام
جو کوئی آپؐ کی الفت میں ہو دیوانہ
نہیں ہے اس کو جنوں اور نہیں اسے برسام
جو دیکھے آپؐ کو دیکھا ہے اس نے بےشک حق
وہ خواب خواب ہے اضغاث ہے نہ وہ کلام
وہ کون ہے کہ نہیں ذات پاک کا خادم
مقام غار میں حاجب ہیں عنکبوت و حمام
یہ آرزو ہے کہ ورد زباں سدا ہی رہے
جہاں سے جاؤں تو ہو دے زباں پہ آپؐ کا نام

(نوٹ) یہ نظم بہت طویل ہے۔ ہم نے صرف چند اشعار نقل کئے ہیں۔ فارسی زبان میں بھی آپ کے نعتیہ کلام کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

آپ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے بھانجے ہیں۔ مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کے استاد ہیں اور ابوداؤد کی شرح بذل المجہود کے مصنف ہیں۔ آپؒ نے زندگی کا آخری حصہ آستانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارا۔ یہیں یہ مبارک کتاب شرح ابوداؤد شریف پایۂ تکمیل کو پہنچی جو پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ عرب کے انسانوں سے ہی نہیں عرب کی مٹی سے بھی پیار تھا۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب مصنف تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ:

میرے چچا مدینہ منورہ پہنچے تو سخت بیمار ہوگئے۔ جان کا ہر وقت خطرہ تھا۔ اس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ آستانہ مبارک کی مٹی لے لو اور وہ مٹی چچا صاحبؒ کے منہ پر ملو۔ میں نے کہا حضرت وہاں مٹی کہاں؟ فرمایا قالین کے نیچے زمین پر جو بھی گرد و غبار ہو وہ اپنے ہاتھ کو مل لو۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ چچا کے چہرے پر یہ مٹی مل کر روئی باندھ دی۔ عشاء کے وقت مزاج پرسی کی تو فرمایا میرا منہ کھول کر دیکھو افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا تو نہ وہاں سوزش ہے نہ بے چینی۔ یہ خاک مبارک بہت اکسیر معلوم ہوئی۔ دوبارہ دریافت کیا تو فرمایا کہ دوائیں پھینک دو اور یہی مٹی لے آؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا تو وہ شفایاب ہو گئے۔" (سبحان اللہ)

اور بھی بہت سے ایسے محیر العقول واقعات ہیں جن سے آپ کے عشق محمدیؐ اور محبت و آداب کے عجیب و غریب واقعات منقول ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی زندگی بہت جامع زندگی ہے۔ آپؒ نے چالیس برس تک دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا اور چار سال مزید مدینہ منورہ۔ مکہ مکرمہ اور دوران گرفتاری مالٹا میں درس حدیث کا اہتمام رکھا۔ منقول ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہی آپؒ کی ایک عجیب کیفیت ہوتی۔ دارالعلوم دیوبند میں جبکہ تدریس کے علاوہ اور بھی کئی ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر تھیں پھر بھی عشق نبوی سے ایسا لازوال تعلق تھا کہ آپ نے تراجم ابواب بخاری شریف کی تشریح تصنیف فرمائی جو کہ بہت مشکل کام تھا۔ تقریر ترمذی شریف بزبان عربی یہ تقریر اب ترمذی شریف کے حاشیہ پر چھپ چکی ہے۔ حاشیہ ابوداؤد شریف اور بھی متعدد کتب پر آپؒ نے مفید حواشی لکھے ہیں۔ اطراف اکناف عالم میں آپ کے ہزاروں شاگرد پھیل گئے جو درس قرآن و حدیث کی خدمات میں منہمک رہے اور اب ان کے شاگرد یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ جیسے بڑے بڑے علماء آپؒ کے شاگرد ہیں۔ اگرچہ آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذرا ہے لیکن اوراد و وظائف میں بھی کوئی کمی نہ تھی۔ کتب میں ایک واقعہ بڑا حیران کن یوں درج ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک مدرس مولانا محمد جلیل صاحبؒ کی روایت کے مطابق وہ فرماتے ہیں کہ:

جب میں بچہ تھا اور حضرتؒ کے زنانخانے میں آتا جاتا تھا تو ایک دن میں نے حضرت کے کمرہ کے کواڑوں کے جھروکے سے جھانک کر دیکھا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتؒ کے جسم کے تمام اعضاء سر دھڑ وغیرہ علیحدہ علیحدہ پڑے ہوئے ہیں۔

میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور بھاگا بھاگا ہوا آیا اور باہر آکر حضرتؒ مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا خاموش! کسی سے نہ کہنا کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔"

(بحوالہ مشائخ دیوبند) واللہ اعلم بالصواب

حضرت علامہ سید
محمد انور شاہ کشمیریؒ

مولانا علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں ایسے محو اور فنا تھے کہ آپؒ ہر ادا میں اتباع سنتؐ کو ملحوظ رکھتے اور فرماتے تھے کہ

"عمر بھر کی محنت اور کوشش سے بھی
یہ بات سمجھ میں آجائے کہ فلاں انسانی
سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کی یہ مراد ہے تو یہ بہت بڑی سعادت
ہے۔"

آپؒ کو زندگی بھر حدیث سے جو اعلیٰ درجہ کا تعلق رہا اس کی اب مثال بھی ملنا دشوار ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام عربی۔ فارسی اور اردو میں ہے جو کہ بہت ہی طویل ہے۔ چند اشعار حاضرِ خدمت ہیں ۔

شاہ جانباز اگر ہمارا ہے
کیا ہے غم جبکہ وہ سہارا ہے
گر وہ نہیں تو کچھ نہیں میرا
وہ اگر ہے تو میرا سارا ہے
وصف تیری زباں کی زینت ہے
بزم کو اس نے کیا سنوارا ہے
دونوں جگ میں ہے وہ باآسانی
جس کے اوپر تیری مدالہ ہے
اپنے در سے نہ کھدیڑ انور کو
حلقہ در گوش گر تمہارا ہے

عربی اور فارسی کے قصیدے مضمون کی طوالت کی وجہ سے درج نہیں کئے جا رہے۔

حضرت شیخ مدنی مرحوم

امدادی۔ قاسمی۔ رشیدی اور محمودی کمالات کا مظہر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین مدنی قدس سرہٗ سب اکابر کے کمالات کا مجموعہ تھے۔ کہتے ہیں حضرت شیخ الہندؒ نے بوقت وفات آپؒ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا، سینے سے چمٹایا اور پھر تمام بدن پر اس کو پھیرا۔

(حیات شیخ الاسلام)

آپ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" کے مصداق تھے اور حضرت شیخ الہندؒ کے صحیح جانشین اور یارِ غار آپؒ ہی تھے۔

آپ کے واقعات میں اتباع سنت کی اسقدر کثرت ہے کہ یہاں کیا کیا درج کیا جائے۔ آپ کے رگ و ریشہ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسی جذبۂ محبت نبوی کی وجہ سے آپؒ نے اٹھارہ سال حرم نبوی میں بیٹھ کر درس حدیث دیا جس کی وجہ سے مشرق و مغرب میں آپؒ کے شاگردوں کی خاصی تعداد جمع ہوگئی اور سب سے بڑھ کر اس قدرتی اتفاقیہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کا انتقال ۱۳ جمادی الاولیٰ ۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر ہوا اور اسی تاریخ اسی دن اور اسی وقت دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت نانوتویؒ کا انتقال ہوا تھا۔ کسی صاحب نے کیا ہی خوب ترجمانی کی ہے ۔

آج تو قاسمؒ و محمودؒ سبھی مرتے ہیں
اس کا کیا ذکر کہ برباد ہوئے تم یا ہم

حضرت الشیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد سید حبیب اللہؒ کے کلام کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو ۔

اے بہار رباغ رضواں کوئے تو
بلبل سدرہ اسیر بوئے تو
سجدہ ریزاں آمدہ شوقت حبیب
اے ہزاراں کعبہ در ابروئے تو

اے رسول عربیؐ آپ کی فرقت کے طفیل
پل محشر سے سبک پار اتر جاتے ہیں
سر رہے یا نہ رہے پر رہے سودا سر میں
عشق احمدؐ کا خدایا یہی ہم چاہتے ہیں
اس حبیب دل خستہ پہ نظر ہو جائے
درد مندوں کی دوا آپ کئے جاتے ہیں
زن فرزند بھی خود بھی دل و جاں بھی سبھی تجھ پر
تصدق یا نبی اللہ تو محبوب یگانہ ہے
لبصارت تیز کرتی ہے جب ان کوچہ کی مٹی
دل و جاں خانماں سب ہیچ وہ سرمہ لگاتا ہے

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے جب سیرۃ کی کئی کتابوں کی تصنیف کے بعد "النبی الخاتم" لکھی تو بروایت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"مجھ سے ایک نہایت ثقہ بزرگ نے بیان کیا تھا کہ جس دن یہ کتاب النبی الخاتمؐ تصنیف ہو رہی تھی ایک صاحب دل بزرگ نے ایک رات عالم واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمال کی پوری تابانیوں کے ساتھ رونق افروز ہیں اور مولانا گیلانیؒ قدموں میں تڑپ رہے ہیں اور ان سے نظر بچائی جا رہی ہے۔ صاحب واقعہ بزرگ نے یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے (جو وہیں موجود تھے) عرض کی کہ اس بیچارے کو ایک نظر کیوں نہیں دیکھ لیا جاتا۔؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس کو اگر دیکھ لیا گیا تو یہ مر جائے گا۔ پھر حضرت مولانا ممدوح نے اس راز کے افشاء پر مولانا گیلانی سے معافی بھی چاہی ہے۔"

اس عظیم الشان کتاب کا افتتاح کرتے ہوئے صاحب کتاب رقم طراز ہیں:

"زندہ نبیؐ یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا جانے کے لئے ہی آیا۔ پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے کے لئے ہی آیا۔ جو آ جانے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا۔ چمکا اور پھر چمکتا ہی چلا جا رہا ہے۔ بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا ہی چاہیئے کہ جنہیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کئے گئے ان برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے اور اس کے سوا کس کو ہو

علمائے دیوبند

باآستانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

علمائے دیوبند سے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی نشرو اشاعت کے لئے جو گرانقدر اور عظیم الشان کام لیا ہے وہ بہت ہی جامع ہے۔ یہ جامعیت دین اسلام کی جمیع جزیات کو حاوی ہے اور تمام شعبوں میں علمائے دیوبند کے کارنامے پھیلے ہوئے ہیں، تدریس میں۔ تحریر میں۔ تقریر میں جہاں بھی دیکھو ان کے مدارس ملتے ہیں۔ ہر موضوع پر انکی تصنیف و تالیف ملتی ہے۔ باطل کے ساتھ کبھی میدان مناظرہ میں ڈٹے ہوئے ہیں تو کبھی صحرا میں بستی بستی تبلیغی دورے کرکے دین اسلام سے عوام کو روشناس کرا رہے ہیں۔ قرآن کے علوم کو عام کرنے کے لئے درجنوں کی تعداد میں بڑی عجیب و غریب تحقیق کے ساتھ تفسیریں لکھی ہیں جو آج باطل کی شکست کے لئے ایک طالب علم بھی باطل کا ناطقہ بند کرسکتا ہے۔ حدیث شریف کے علم مبارک کی خدمت کے لئے حدیث کی ایک ایک کتاب کی کئی کئی شرحیں موجود ہیں علوم فقہ کو ملاحظہ فرمایئے تو اس کو آسان تر بنانے کے لئے کئی زبانوں میں شرحیں اور مفید حواشی لکھے گئے ہیں۔ دارالافتاء کے لئے علمائے حق نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان سے بھی آنے والی نسل کو بہت آسانی رہے گی۔ پھر دین اسلام کے خلاف ہر تحریک کا خوب تعاقب کیا۔ جہاں روافض تھے وہاں ناموس صحابہؓ کے دفاع کے لئے تحریک مدح صحابہؓ کے ذریعہ اپنی قربانیاں پیش کی ہیں اور جہاں منکرین ختم نبوت نے سر اٹھایا تو وہاں اپنی جانوں کی بازی لگاکر تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لئے تحریک ختم نبوت کو فروغ دیا۔ جو علاقے شرک و بدعت کی لپیٹ میں تھے تو ان علاقوں میں توحید و سنت کا پرچم لے کر دوڑے، ماریں کھائیں اور کئی ایک سعادتمندوں کو جام شہادت بھی نوش کرنا پڑا۔ (دیکھئے تفصیل راہ سنت کے ابتدائی صفحات) غرضیکہ اسلام کی سربلندی کے لئے ان علمائے حق نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا اور بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص فضل و کرم سے اکابر کے ان اسلامی کارناموں میں خوب برکت عطا فرمائی۔ غیبی امداد سے نوازا اور راہ بھی ہموار کردی الحمدللہ

ع من کان للہ کان اللہ لہ۔

اگر خالی الذہن ہوکر تاریخ علمائے دیوبند کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے اسلاف کے واجب التقلید کارناموں کی فہرست میں ان کی کامیابی کا راز صرف اور صرف **اتباع سنت** ہے۔ اتباع سنت میں ان قدسیہ نفوس حضرات نے ایسا کمال پیدا کیا کہ:

ایک صاحبؒ کے سامنے کسی صاحب نے خربوزہ پیش کیا تو اس نے یہ ہدیہ قبول کرنے کے بعد واپس کردیا۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا دل تو [illegible] کروں مگر افسوس کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ حضرت محبوب خدا صلی اللہ نے اسے توڑ کر کھایا ہے یا کاٹ کر! ڈرتا ہوں کہ اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توڑ کر کھایا ہے اور میں اسے کاٹ کر کھاؤں، یا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاٹ کر کھایا ہے اور میں اسے توڑ کر کھاؤں تو حشر کے روز سردار دوجہاں علیہ السلام کا سامنا کس طرح کروں گا۔ (اللہ اکبر)

اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو ان علماء حق کی سیرتوں اور تذکروں کی اوراق گردانی کرتے وقت معلوم ہوتے ہیں، مگر یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ اب ہم اپنے بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں سے ناواقف ہوتے جارہے ہیں حالانکہ ایسے پرفتن دور میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ بزرگوں کے اور زیادہ قریب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی عملی توفیق بخشے۔ ہمارا حشر بھی ان بزرگوں کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے فرمائے۔ علمائے دیوبند کا مختصر سا تعارف کسی صاحب حال بزرگ نے کتنا عمدہ کرایا ہے

سیاست معرفت انسانیت کے سب مسائل ہیں
جہاں دیکھو گے جب دیکھو گے پاؤ گے خیال انکا
[illegible]
[illegible]

ہم آج کی صحبت میں علمائے دیوبند کے چند رہنماؤں کے عشق نبوی سے سرشار واقعات اور نعتیہ کلام ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

بانی دارالعلوم دیوبند

حضرت نانوتویؒ نے آخری عمر میں اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا تھا کہ کاش میں انگریزی بھی پڑھتا تاکہ مدعیان حکمت فرنگ کو یورپ جا کر انگریزی زبان میں بتاتا کہ حکمت وہ نہیں ہے جسے تم سمجھ رہے ہو بلکہ صحیح اور سچی حکمت وہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوب مبارک سے اتر کر روشن سینوں میں اتری ہے۔ (اب دیوبند میں حضرت بانیؒ کی اس آرزو کی تکمیل بھی کر دی گئی ہے) — حضرت بانیؒ فرماتے تھے کہ:

"میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا وہ حصہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے لگ چکا ہے وہ عرش عظیم سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے۔"

(تفصیل ملاحظہ فرمائیے سیرت حلبی)

کہ عرش پر گر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے
جس میں محو خواب ہے کون و مکاں کا تاجدارؐ

"آب حیات" کا مطالعہ کیجئے۔ "تحذیر الناس" ملاحظہ کیجئے۔ "قصائد قاسمی" دیکھئے — غرضیکہ آپ کی ہر ادا سے ہر فعل سے ہر قول سے، ہر تحریر سے، ہر تقریر سے حب مصطفٰے عشق نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اظہار ہوتا ہے۔ چونکہ آپ کا نعتیہ کلام بھی بہت طویل ہے ہم اس میں سے تبرکاً چند اشعار پیش کرتے ہیں۔

تو فخر کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبیؑ
تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود
بجا ہے آپ کو گر کہئے مبدء الآثار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو ابو البشر کے خدا
اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخر کار
کہاں بلندیٔ طور اور کہاں تیری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین اور آسماں ہموار

اس کے علاوہ اردو، فارسی اور عربی میں بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بانیؒ نے ایسے زوردار لفظوں میں منظوم ہدیہ پیش کیا ہے کہ پڑھتے وقت نانوتویؒ عشق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مستغرق معلوم ہوتا ہے۔

امام ربانی مولانا گنگوہیؒ

حضرت عارف باللہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی کتاب "زبدۃ المناسک" جس میں حج بیت اللہ اور حرم نبوی میں داخلے کے مسائل اور فضائل ہیں اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جب مدینہ کو چلے تو کثرت درود شریف کی راستہ میں بہت کرتا رہے۔ پھر جب درخت وہاں کے نظر پڑیں تو اور زیادہ کثرت کرے۔ جب عمارت وہاں کی نظر آوے تو درود شریف پڑھ کر کہے:

اللھم ھذا حرم نبی
فاجعلہ وقایۃ لی من النار
وامانًا من العذاب سوء الحساب

...... وہاں جابجا درود پڑھتا رہے اور چونکہ وہاں جابجا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں امام مالکؒ مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ سواری کے گھوڑوں سے اس سرزمین کو پامال کروں کہ جس میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہوں اور بعد تحیۃ المسجد کے سجدہ کرے کہ اللہ تعالٰے نے یہ نعمت اس کے نصیب کی ہے۔ پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور باادب تمام خشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف میں آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے السلام علیک یا رسول اللہ اور بقیہ سلام بھی عرض کرے اور بہت پکار کر نہ بولے۔ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے یوں کہے: یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ

واتوسل بک الی اللہ فی ان
اموت مسلمًا علی ملتک وسنتک

پھر دعا جسقدر چاہے زیادہ کرے مگر وہ سب عجز اور ادب کے کلمات ہوں درود شریف اور دعا سے غافل نہ ہو۔ جس قدر کثرت ہو سکے بہتر ہے اور جب تک مدینہ منورہ میں رہے تلاوت اور ذکر کرتا رہے اور صلوٰۃ وسلام خوب پڑھتا رہے، راتوں کو بہت جاگے اور وقت ضائع نہ کرے۔ حضرت عارف باللہ مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ تصویر روضہ منورہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ونقشہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفًا و نقشہ مکہ مکرمہ جو دلائل الخیرات میں واقع ہے بوسہ دینا یا آنکھوں پر لگانا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا بوسہ دینا یا آنکھوں پر لگانا ان نقشوں کا اگرچہ ثابت نہیں ہے۔ ہاں اگر غایت شوق سے کیا جائے تو ملامت نہیں کی جا سکتی۔

(کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

حضرت گنگوہیؒ (صرف ربیع الاول میں نہیں) ہر وقت درود شریف ورد رکھتے تھے اور بات بہت ہی کم کیا کرتے تھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق آپ کا عشق اور محبت جنون کی حد تک تھا۔

کی ضرورت باقی ہے۔ اگر مقصد طلب ہدایت ہے تو اس کی تکمیل ہو چکی۔۔ اتمام نعمت کے بعد کسی فکر خام سے طلب رہنمائی کفران نعمت ہے۔ منعم حقیقی نے ہادی وہ عطا فرمایا ہے جو ہر حال ہر پہلو محمدؐ ہے۔ یہ نام ہمہ تمام سوالات کا مکمل ترین جواب ہے۔ اس نام کا لیوا کوئی کسی گوشہ میں بھی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی کسی قسم کی رہبری کا محتاج نہیں "حسبنا" جہاں بھی ہے وہ میراث مومن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ہادی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت میں زندگی گذارنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دنیا و آخرت میں اس آقا کی غلامی اور ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں رضی اللہ عنہم کی محبت سے نوازے۔ آمین۔

(ڈاکٹر احسان احمد عفی عنہ)

روشنیوں کے مینار

عنوان مندرجہ بالا کے تحت جناب مولانا اکرام القادری صاحب، ایڈیٹر "ترجمان اسلام" لاہور کی نظم جو ۱۵ اشعار پر مشتمل ہے اسلئے پیش خدمت کرتا ہوں کہ اس میں عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نیا مضمون ملتا ہے۔

ملاحظہ ہو:

دو جہانوں کے سردار ہیں مصطفےٰ
اپنے مولیٰ کا شاہکار ہیں مصطفےٰ
اہل سنت سے ازلی محبت انہیں
اہل بدعت سے بیزار ہیں مصطفےٰ
اپنی امت کے حق میں خدا کے حضور
مغفرت کے طلبگار ہیں مصطفےٰ
ان کا کونین میں کوئی ثانی نہیں
بالیقیں شاہ ابرار ہیں مصطفےٰ
ان سے سارے جہاں کو ہدایت ملی
روشنیوں کا مینار ہیں مصطفےٰ
ہیں وہی عاشقان رسول امیں
جن کی گفتار و کردار ہیں مصطفےٰ
سب صحابہؓ نجوم ہدایت بنے
اللہ اللہ ضیا بار ہیں مصطفےٰ
ہیں در بے بہا سرور انبیاء
لعل و یاقوت و شاہوار ہیں مصطفےٰ
زندہ رہنے کا جن سے قرینہ ملا
دوستو ایسی سرکار ہیں مصطفےٰ
دشمنوں کے لئے بھی وفا و دعا
پیکر خلق زنہار ہیں مصطفےٰ
روز محشر یہ ہوں گی صدائیں بلند
اس طرف بھی گنہگار ہیں مصطفےٰ
ہم شفاعت کے طالب ہیں بہر خدا
ہم برے ہیں نگوں سار ہیں مصطفےٰ
ہیں بشیر و نذیر و سراج و منیر
مرحبا کیا طرحدار ہیں مصطفےٰ
میرے ماں باپ قربان ہوں آپ پر
آپ ہی مجھ کو درکار ہیں مصطفےٰ
ان پہ اکرام ہے جان و دل سے فدا
آپؐ کے جو فدا کار ہیں مصطفےٰ

مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی

آخر میں حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی مدظلہ العالی جو ترجمان دیوبند ہیں کی وہ نظم درج ہے جو آپ نے مدینہ منورہ میں آستانۂ نبوت کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کی تھی۔ عنوان بھی کتنا پیارا ہے:

"جذبات حبیب بدیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم"

ہیں آج دیار پاک میں ہوں
دامان شہ لولاک میں ہوں
مرغوب ہے مقدر سے اس جا
بیٹھے تھے جہاں محبوب خدا
اے شاہ تیرا ایک ادنیٰ گدا
ہے فرقت کا تڑپایا ہوا
بے حد عاصی شرمایا ہوا
کل دنیا کا ٹھکرایا ہوا
ہے بوجھ گناہوں کا سر پر
آتے ہی گرا تیرے در پر
دنیا میں جنہیں دغا دیدے
آخر میں اپنی رضا دیدے
بے کس ہوں غم کا مارا ہوں
میں عاجز ہوں بیچارا ہوں
اعمال سے دامن خالی ہے
یہ حال ہے یہ بدحالی ہے
ہیں اشک ندامت لایا ہوں
امید شفاعت لایا ہوں
بیٹھا ہوں تصور عرش پہ ہے
ایسا ہے کہ عرش فرش پہ ہے
جذبات میرے سرشار ہوئے
احساس حسیں بیدار ہوئے
ہیں جنت کی فضائیں پاس مرے
روضے کی ہوائیں پاس مرے
یہ باغ ارم کا ہے نقشہ
یہ گنبد خضرا کا جلوہ
جلووں میں طور کا عالم ہے
ایک نور میں نور کا عالم ہے
مسرور ہے دل آزاد ہے دل
سرمست فضا ہے شاد ہے دل
دل رنج و محن کو بھول گیا
میں یاد وطن کو بھول گیا
یہ قرب محمدؐ کی عظمت
اللہ کی بندے پہ رحمت
یہ کون ہیں میرے پیش نظر
اے وقت ذرا آہستہ گذر

اس کی اختصار کے باوجود مضمون کافی طویل ہو گیا ہے مگر متعدد اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے ایسے جلیل القدر واقعات اور نعتیہ کلام کافی مقدار میں درج نہ ہو سکا

کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ دیگر بزرگوں کے یہ واقعات ہدیۂ ناظرین کروں گا۔ سردست یہ عرض ہے کہ کیا انگریز کا پھیلایا ہوا الزام کہ علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے تہی دامن ہیں، کا مندرجہ بالا سطور [illegible] دندان شکن جواب [illegible]

تحریر: پروفیسر سید حسین شاہ فدا
اسلام آباد

تحریک آزادی کے نامور رہنما

حکیم عبدالسلام ہزاروی مرحوم

دُنیا میں ایسے لوگ کم پیدا ہوتے ہیں جن کا نام مرجانے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور انہیں ایسی نئی زندگی عطا ہوتی ہے جو انسانیت کی رفعت عظمت اور شرافت سے عبارت ہوتی ہے اور انہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جنہوں نے اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو ملک ملت کی بھلائی کے لئے صرف کیا ہوتا ہے۔ اس راہ کی صعوبتوں اور دشواریوں کو صبر و قناعت اور ہمت کے ساتھ برداشت کرکے ایک قابلِ تقلید مثال کی بنیاد رکھی ہوتی ہے۔ ہری پور کے سرسبز و زرخیز بستی کے باسی حکیم محمد عبدالسلام ایسے ہی عظیم لوگوں میں سے تھے۔ ان کی ستر سالہ زندگی کا ساتواں حصہ آہنی سلاخوں کے پیچھے گذرا ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا بلکہ اس بنا پر کہ وہ فرنگی کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے اور انگریز کے جور و استبداد کے سامنے کبھی جھکنے کے روا دار نہ تھے۔

حکیم محمد عبدالسلام ہزاروی کا وجود ایک پوری انجمن کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ قرونِ اولیٰ کی درویشانہ صفات کے امین تھے۔ ان کا طرزِ تکلم سادہ اور عام فہم تھا۔ وہ خلوص دیانت کے مظہرِ مجسم تھے۔ ان میں قربانی اور ایثار کا جذبہ وافر موجود تھا۔ وہ عام لوگوں میں بھی اسقدر مقبول و ممدوح تھے جتنے کہ خاصانِ وقت ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ ان کی جلوت و خلوت میں کوئی تضاد نہ تھا۔ فاقہ مست مگر دل کے غنی تھے۔ خودداری سے متصف ہونے کے باوجود عجز و انکساری کے نمونہ تھے۔ وہ قافلہ حریت کے حدی خواں تھے۔ ان میں مقصد سے لگن، نظریات سے والہانہ وابستگی و عقائد کی پختگی بدرجہ اتم موجود تھی۔ عشق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا مقصد حیات تھا۔ انگریز سے نفرت ان کا سیاسی مقصد تھا۔ بزرگان حق آگاہ کا قرب ان کا عمل تھا۔ قادیانیت کی تردید ان کا فرض تھا۔ عقائد کی درستگی ان کا مشرب تھا۔ کافی عرصہ مجلس احرار اسلام صوبہ سرحد کے صدر اور آل انڈیا مجلس احرار کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ اپنے ایک مضمون میں علامہ محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں:

" صوبہ سرحد کا تصور حکیم عبدالسلام ہزاروی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔"

وہ قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود کے دل و جان سے قدر دان تھے۔ آپ آخری وقت تک کالعدم جمعیۃ علماء اسلام ہزارہ ڈویژن کے امیر رہے۔ تحریک ختم نبوت میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں اپنے مخصوص طریقے سے مضبوط اور مؤثر کردار ادا کیا۔ ان کا دل ملک بھر کے فدایانِ ختم نبوت کی دل دھڑکنوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔ جامعہ ملیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ طبی استفادہ حکیم اجمل خاں اور حکیم مفتی سلیم اللہ سے کیا۔ دینی اور سیاسی خدمات کے علاوہ مرحوم نے طب اسلامی کی بے پناہ خدمت کی۔ کئی مرتبہ طبی بورڈ کے رکن نامزد ہوئے۔ آپ کا مشغلہ پاکستان طبی کانفرنس کے بانی میں تھا۔ الحاج حکیم عبدالسلام ہزاروی کو پاکستان بھر میں بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ اہم دینی و سیاسی شخصیت تھے۔ عالم دین۔ ادیب۔ خوش گفتار و کردار اور میدان سیاست کے بے باک و نڈر مجاہد تھے۔ آپ کے دینی اسلامی مضامین اکثر اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ دل میں ایک جذبہ اور تڑپ تھی جس کے نتیجہ میں ۱۹۲۶ء میں ہفت روزہ اخبار "مجاہد" نکالا تھا جس کا سرعنوان اس شعر سے مزین تھا:

ہاں نکل قربان گاہ اسلام پر قربان ہو
دل میں ہو شوق شہادت ہاتھ میں قرآن ہو

یہ اخبار کافی عرصہ کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔ ان کی سیاسی مصروفیات آخر کار اس اخبار کی بندش کا سبب بن گئیں۔ حکیم عبدالسلام ہزاروی کا قبائلی علاقوں میں کافی اثر و رسوخ تھا اور مجاہدین کے ساتھ ان کے خصوصی روابط تھے۔ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ برطانوی حکومت نے قبائلی علاقے میں بغاوت کو فرد کرنے کے لئے اندھا دھند بمباری کی۔ قبائلی مجاہد بڑی تعداد میں شہید ہو گئے۔ حکیم صاحب بعض احباب کے مشورے سے اس بمباری کے خلاف احتجاج کے لئے لاہور آئے۔ مولانا ظفر علی خان اور مجلس کے احرار کے راہنماؤں کے ساتھ مل کر برطانوی سامراج کے خلاف بھرپور تحریک کا آغاز کیا۔ ان دنوں ہندوستان میں افغانستان کے سفیر سردار صلاح الدین ہوتی تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ (باقی ص ۲۰)

ہو سکتا ہے جو پچھلوں میں بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دُور والے بھی اس کو اس طرح اور ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا۔ جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا، جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں۔ ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔"

غرضیکہ اس کتاب میں ایسے حالات مرقوم ہیں کہ پڑھتے ہوئے آنکھیں آنسو بہانے پر مجبور رہتی ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام بھی طویل ہے جس کے چند اشعار حاضر خدمت ہیں ؎

ہر ایک سے گھبرا کر　　ہر شغل سے گھبرا کر
ہر فعل سے شرما کر　　ہر کام سے کچھتا کر
آمد بدرت بنگر　　اے خاتم پیغمبر
یا قاسم الکوثر　　اے سرورِ ہر سرور
اے رہبر ہر رہبر　　اے آنکہ توئی افسر
ہر کہتر ہر مہتر　　فی البداء والمحشر
اے ہستیٔ تو محور　　للاکبر والاصغر
اے طلعت تو مظہر　　للاول والآخر
اے رحم جہاں پرور　　آقائے کرم گستر
تو جوشش رحمانی　　تو سایۂ یزدانی
تو شاہد ربانی　　تو جلوہ سبحانی
تو جوہر فرزانی　　تو مرکز اعیانی
تو مبداء اکوانی　　تو مقصد امکانی

یہ قصیدہ تقریباً ۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اور عربی زبان میں بھی آپ کی ایک بے نظیر نظم ہے (ملاحظہ ہو عرض احسن)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ

حکیم الامۃ مجدد ملت مولانا تھانویؒ تو آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مانند ہیں۔ آپ سے ربِ کائنات نے دینِ اسلام کا جو کام لیا ہے اتنا شاید کسی انجمن سے بھی کام نہ لیا ہوگا۔ منقول ہے کہ بوقت وفات آپؒ کے لکھنے والے ہاتھ کی انگلیوں سے ایسی روشنی کا نور دکھائی دیا کہ سبحان اللہ۔ آپؒ کی ہر تصنیف میں **اتباعِ سنت** پر زور دیا گیا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر بھی بڑی انفرادیت کی حامل ہے۔ تفسیر قرآن کریم میں آپ نے مسائل تصوف کا بھی نمایاں طور پر استخراج کیا ہے جو کہ صرف حضرت ممدوحؒ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کی ویسے تو ہر تصنیف ہی سیرت مقدسہ کی ترجمان ہے مگر "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" کا مطالعہ کرتے ہوئے ایسا روحانی اور قلبی سکون اور سرور حاصل ہوتا ہے کہ کئی بار کتاب کا مطالعہ کرنے کے باوجود اشتیاق اور بڑھتا ہے۔ حضرت ممدوحؒ کی اپنی روایت کے مطابق؛

"جب یہ مبارک کتاب تصنیف ہو رہی تھی تو علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا تھا۔ حضرتؒ اس کتاب کا کچھ حصہ اگر رات کے وقت لکھ لیتے تو علاقے کے لوگ طاعون سے محفوظ رہتے، اور جس رات کسی وجہ سے حضرتؒ اس کتاب کا کوئی حصہ رقم نہ کر سکتے تو طاعون سے کئی جانیں ضائع ہو جاتیں۔"

حضرتؒ نے ایک اور کتاب "زاد السعید" کے نام سے تالیف فرمائی ہے جس کے آخر میں نعلین مبارک کا نقشہ بھی منقش ہے اور اس کے بڑے عظیم فوائد درج ہیں اور خود اسی کتاب نشر الطیب میں ایسے عجیب و غریب حالات درج فرمائے ہیں کہ حافظ ابن القیم صاحبؒ کی کتاب **زاد المعاد** جبکہ وہ چار جلدوں میں ہے اور نشر الطیب ایک جلد میں ہے مگر حالات کے لحاظ سے اس سے کم نہیں ہے۔ آپ کے بھی اردو فارسی اور عربی قصائد بہت ہیں۔ ان میں سے ایک عربی قصیدے کے چند شعر پڑھ کر لطف اٹھائیے ؎

یا شفیع العباد خذ بیدی
انت فی الاضطرار معتمدی

دستگیری کیجئے میرے نبیؐ
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبیؐ

لیس لی ملجاء سواک اغث
مسنی الضر سیدی سندی

جز تمہارے ہیں کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی

غشنی الدھر یا ابن عبد اللہ
کن مغیثاً فانت لی مددی

ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف
اے مرے مولیٰ خبر لیجئے میری

لیس لی طاعۃ ولا عمل
بید حبک فھو لی عندی

کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس
ہے مگر دل میں محبت آپؐ کی

یا رسول الالہ بابک لی
من غمام الغموم ملتحدی

میں ہوں اور بس آپؐ کا دربار رسول
ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جد بلقیاک فی المنام وکن
ساتراً للذنوب والفندی

خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے
اور میرے عیبوں کو کر دیجئے خفی

(نامکمل) اس نظم میں اور بھی بڑے پیارے اشعار درج ہیں۔

حضرت امیر شریعتؒ

امیر شریعت اسد اللہ الباری مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہٗ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہند و پاک میں ایک نڈر اور جری سپاہی تھے۔ آپؒ نے جس جرأت کے ساتھ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی کی ہے وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ غازی علم الدین شہیدؒ کو بھی حضرت شاہ جیؒ کی جذباتی تقریر نے آمادہ کیا تھا۔ خود فرماتے تھے کہ راجپال جیسے ملعون کو میں نے ہلاک کرایا ہے۔ تین سعادت مند اصحاب خدا بخشؒ۔ عبد العزیزؒ اور غازی علم الدینؒ نے

اس پر حملہ کیا۔ اوّل الذکر دونوں کے وار قضا گئے اور علم الدین شہیدؒ کے حصے میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔

ختم نبوت کے تحفظ کے لئے شاہ جی نے جو کام کئے ہیں وہ تاریخ کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ جسے اب آپ کے جانشین حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ جمع فرما رہے ہیں۔ خدا کرے یہ عظیم سرمایہ جو ایک عظیم مجاہد کی یادگار ہے جلد میدان میں آئے تاکہ متبعین کے لئے سنت راہ بنے۔ حضرت امیر شریعتؒ کا نعتیہ کلام بھی بہت طویل ہے۔ چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں، ملاحظہ فرمائیے ؎

لولاک ذرہ ز جہان محمدؐ است
سبحان من یراہٗ چہ شان محمدؐ است
تیس سیپارۂ کلام الٰہی خدا گواہ
آں ہم عبارتے ز زبان محمدؐ است
نازد بنام پاک محمدؐ کلام پاک
نازم بآں کلام کہ جان محمدؐ است
توحید را کہ نقطۂ پرکار دین ماست
دانی کہ نکتہ ز بیان محمدؐ است
سر قضاء قدر ہمیں است اے ندیم
پیکان امر حق ز کمان محمدؐ است

(تفصیل دیکھئے سواطع الالہام)

حضرت شیخ الاسلام مولانا لاہوریؒ

حضرت شیخ المفسرین مولانا احمد علی صاحب لاہوری کا مقام کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ جب ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے مطالبات حکومت کو پیش کئے گئے اور اس وقت کی حکومت نے ان مطالبات کو ٹھکرا دیا تو علماء نے اپنی گرفتاریاں پیش کر دیں۔ لاہور کے گلی کوچے گواہ ہیں کہ حضرت لاہوریؒ بڑھاپا، بیماری اور نقاہت کے باوجود اپنے ساتھ اپنے معتقدین کی ایک بڑی جماعت لے کر لاہور میں خود اس جلوس کی قیادت فرماتے ہوئے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ آپ جب حضرت نبی کریم [illegible] اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک زبان پر لاتے [illegible] حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارتے [illegible] ایک عجیب کیفیت کا اظہار ہوتا۔

ہاں مروجہ میلاد منانے کے طریقے سے آپ کو اپنے اسلاف اور ہمعصر بزرگوں کی طرح اختلاف تھا جس کا آپ اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔

حافظ الحدیث مولانا

حضرت شیخ درخواستی

حافظ الحدیث شیخ التفسیر امیر قافلہ علمائے اسلام دامت برکاتہم پر بھی قاسمی رنگ غالب ہے۔ آپ اپنی تقریروں میں، اجتماعات میں، عام مجالس میں، تدریس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اس طرح درد دل کے ساتھ کرتے ہیں کہ عشاق کو ایک قسم کا سرور حاصل ہوتا ہے۔ سیرت میں سے آپ زیادہ تر شجاعت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ زیادہ ذکر کرتے ہیں جس سے نئی نسل کو دین اسلام کی خدمت کا نیا ولولہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ کے دیگر فرمودات کے علاوہ ایک عدد قصیدہ در فراق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عربی زبان میں حاضر ہے۔ یہ قصیدہ آپ نے مدینہ منورہ میں ہی لکھا تھا۔

قلبی محزونٌ بہجر المصطفیٰ
صدری مجروحٌ لفراق المجتبیٰ
اتفکرہ لیلاً و نہاراً دائماً
ولا یفارق قلبی فکر المرتضیٰ
اذکر حدیثہٗ فی المجامع سرمداً
ولا اترک حدیثہٗ قاعداً او قائماً
ہو اشرف الرسل واکرم الانبیاء
ہو خاتم الرسل فی الارض والسماء
ہو اشجع الناس وافضل الانبیاء
وہو احلم الناس معدن الصدق والصفاء
جودہٗ اعلیٰ وفیضہٗ اولیٰ
دینہٗ اذکیٰ ووجہہٗ اجلیٰ
مثلہٗ لا یوجد فی الارض والسماء
ونظیرہٗ لا یخلق سرمداً ابداً
ہو عبدہٗ فی العبودیۃ درّۃٌ مفرداً
ہو بشر فی البشریۃ بلغ العلیٰ
الٰہنا واحدٌ لا شریک لہ احداً
ونبینا محمدؐ لا نظیر لہ فی العلم والتقیٰ

یہ عربی قصیدہ اگرچہ عربی زبان میں ہے مگر عام فہم ہے تقریباً ترجمہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور طوالت مضمون بھی ترجمہ سے مانع ہے۔

حضرۃ خطیب پاکستان

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ کا ذکر بھی اس مضمون میں بہت ضروری ہے۔ آپؒ کے ذکر کے بغیر مضمون بھی ادھورا رہے گا۔ راقم کو حضرت ممدوح کے ساتھ کئی بار سفر و حضر میں رفاقت کی سعادت حاصل رہی ہے۔ آپ اپنی تقریر کا آغاز ہی آیۃ مبارکہ

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ..الخ

سے فرمایا کرتے تھے اور ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست

اور باقی سب اشعار پڑھ کر اتباع سنت پر زور دیتے تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ اور سیرت کے واقعات بیان کرنے کا طریقہ بھی بہت مختلف تھا۔ ایک موقع پر ایک صاحب جو آنکھوں کی بصارت سے محروم تھا اور بظاہر کہ بیہ صورت بھی تھا، کوئی ظاہری دبدبہ بھی نہ تھا آپ کو ملنے کی غرض سے آیا تو آپ نے اسے خوب گلے لگاتے ہوئے اس کو بوسے دینا شروع کر دیئے۔ بوسے بھی دیتے تھے اور آنسو بہا کر فرماتے تھے:

"میاں تم! آپ نے تو انبیاء علیہم السلام کو بھی ڈانٹ پلوا دی تھی"

آپ کا ایک مکتوب گرامی احباب کے لئے بطور تحفہ پیش ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"کیا رب الناس کی ربوبیت کا تقاضا الناس کی نبوت ہدی للناس کی ہدایت بیت اللہ کی مرکزیت کے ساتھ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کے اعزاز کے بعد بھی کسی آؤگاف

مولانا مودودی کے ساتھ
میری رفاقت کی سرگذشت
اور اب میرا موقف

محمد منظور نعمانی

جیساکہ ناظرین کے علم میں ہے اس مضمون کی پہلی قسط (۵۰ صفحات پر) "الفرقان" کے گذشتہ شمارہ میں شائع ہوئی تھی اور اعلان کردیا گیا تھا کہ اس کا باقی حصہ اب "الفرقان" میں شائع نہیں ہوگا بلکہ پورا مضمون مستقل کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا — لیکن بہت سے ناظرین کی طرف سے اصرار ہوا کہ یہ پورا مضمون الفرقان میں بھی شائع کیا جائے — چنانچہ یہی فیصلہ کرلیا گیا اور اب اس کی دوسری قسط نذر ناظرین کی جارہی ہے۔ (یہ وہی صفحات ہیں جن کی کتابت شوال میں مولانا مرحوم کی حیات ہی میں ہوچکی تھی۔

اس مضمون سے متعلق جو مفصل نوٹ گزشتہ شمارہ میں "نگاہ اولین" کے ذیل میں لکھا گیا تھا اس دوسری قسط کے مطالعہ کے وقت بھی وہ پیش نظر رہنا چاہیے۔ اور یہ بات خاص طور سے ملحوظ رہنی چاہیے کہ یہ پورا مضمون مولانا مرحوم کی حیات میں اس امید پر لکھا گیا تھا کہ یہ اُن کی نظر سے گزرے گا اور اس عاجز کے قدیم تعلق کی بنا پر وہ اس کے مندرجات اور میری معروضات پر غور فرمائیں گے، شاید اللہ تعالیٰ اُن کو تدارک کی توفیق دے، لیکن وقوع میں وہ آیا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اُس کی قضاوقدر کا فیصلہ تھا۔

پہلی قسط میں قریبًا چالیس صفحے پر مولانا مودودی مرحوم کے ساتھ تقریبًا دس سالہ ربط و تعلق اور رفاقت کی سرگذشت ذکر کی گئی تھی۔ اس کے بعد اُن کے بارہ میں اپنا موجودہ موقف بیان کرتے ہوئے مرحوم کی ایک ایسی نظریاتی غلطی پر گفتگو کی گئی تھی جو اُمت میں ضلال اور فتنہ کا باعث بن سکتی ہے — اس دوسری قسط میں اُن کی ایسی ہی ایک اور سنگین اور خطرناک غلطی پر کلام کیا گیا ہے۔

محمد منظور نعمانی

دوسری ایسی ہی خطرناک غلطی۔

"دین میں حکمت عملی" کا فلسفہ

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم بقدر ضرورت اس کا پس منظر بیان کر دیا جائے۔

جماعت اسلامی جب قائم ہوئی تھی بلکہ اس کے بھی پہلے سے مولانا مودودی کی تحریروں میں احکام شریعت کی پابندی کے بارہ میں ایسی شدت ہوتی تھی کہ اس کی وجہ سے بعض حضرات ان پر خوارج کے مسلک[1] کا الزام عائد کرتے تھے۔ لیکن مولانا مودودی خود اور ہم لوگ بھی اس کی یہ توجیہ کرتے تھے کہ یہ دعوت کی زبان ہے فقہ یا فتوے کی زبان نہیں ہے ــــ شریعت و سنت کے اتباع کے بارے میں ان کی انتہا پسندی (یا انتہا پسندی کے مظاہرے) کا یہ حال تھا کہ وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے اصلاحی کاموں میں بھی اس لحاظ سے نقائص اور غلطیاں محسوس کرتے تھے اور برملا اپنے ان خیالات کا اظہار کرتے تھے ــــ اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے، جماعت کے دستور میں دفعہ ۸ کے تحت "صفِ اول" کے ارکان کے بارہ میں صراحت سے لکھا گیا تھا:

"ان لوگوں کے لئے احکام شریعت کی پابندی کے معاملہ میں کوئی رعایت نہ ہوگی۔ ان کو مسلمانوں کی زندگی کا پورا نمونہ پیش کرنا ہوگا اور ان کے لئے رخصت کے بجائے عزیمت کا طریقہ ہی قانون ہوگا۔"

یہ بھی بار بار لکھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ کام جو ہم لے کر کھڑے ہوئے ہیں در اصل انبیاء علیہم السلام کا کام ہے، اس کا راستہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا تھا، اس لئے طریق کار میں بھی طریق انبیاء اور احکام شریعت کی پوری پوری پابندی ضروری ہے۔ "جماعت اسلامی" کے قیام کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مولانا مودودی نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک مقالہ پڑھا تھا، اس کا عنوان تھا ــ "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟" اس مقالہ میں بھی پوری وضاحت اور پورے زور کے ساتھ یہ بات لکھی گئی تھی۔ (راقم سطور اور مولانا علی میاں اور مولانا صبغۃ اللہ بختیاری بھی مودودی صاحب کے لکھنے پر اس موقع پر علی گڑھ پہنچے تھے اور ان کے ساتھ تھے) الغرض اس زمانہ میں ان کی تحریروں میں اس بات پر بڑا زور دیا جاتا تھا اور اس کو بار بار دہرایا جاتا تھا اور اس کی خاص زد اس وقت مسلم لیگ کی تحریک پاکستان پر پڑتی تھی، جو اسلام کے نام پر چل رہی تھی لیکن اسلامی شریعت کے حدود و احکام کی پابندی کا تصور ہی نہیں تھا ــ (اگر اس سلسلہ کی مودودی صاحب کی تحریریں کوئی صاحب یکجا دیکھنا چاہیں تو وہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب "تحریک جماعت اسلامی" ملاحظہ فرمائیں۔ ایک دو عبارتیں عنقریب ہی ہم بھی نقل کریں گے)۔

اس دور میں ہندوستانی مسلمان عام طور سے دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک گروہ مسلمانان ہند کے حق میں مجموعی حیثیت سے اس کو بہتر سمجھتا تھا کہ آزادی کے بعد بھی ہندوستان ایک ملک رہے۔ صوبوں کی حیثیت خود مختار ریاستوں کی ہو۔ مرکزی حکومت جمہوری وفاقی طرز کی ہو جس کے پاس خارجہ پالیسی، مواصلات وغیرہ صرف وہ ۳ ــ ۴ اہم شعبے رہیں جن کا ملک کی وحدت کے لئے مرکز کے پاس رہنا ضروری ہے۔ اس گروہ میں "جمعیۃ علمائے ہند" اور "مجلس احرار" جیسی جماعتیں شامل تھیں جن کی قیادت علماء اور اہل دین کے ہاتھ میں تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اس صورت میں ملک کے پانچ صوبوں میں جن کو سرحدی اہمیت حاصل ہے مسلمانوں کی اکثریت ہوگی اور زمام اقتدار ان کے ہاتھ میں ہوگی، اور باقی ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں (مثلاً یوپی بہار وغیرہ) ان میں بھی مسلمان ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر نہیں رہیں گے، ان کو آئینی تحفظات حاصل ہوں گے ــ یہ گروہ تحریک خلافت کے زمانہ سے جنگ آزادی میں برابر شریک رہا تھا اور اس کی تاریخ قربانیوں کی تاریخ تھی۔ اس لئے وہ اس معاملے میں پُر اعتماد تھا۔

دوسری طرف مسلم لیگ تھی جس کا مطالبہ تھا کہ ملک تقسیم ہو اور جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ ہندوستان سے الگ ایک آزاد مستقل مملکت (پاکستان) قائم ہو اور وہاں اسلامی حکومت ہو۔ مسلم لیگ کی قیادت اگرچہ علماء اہل دین کے ہاتھ میں نہیں تھی (بلکہ اس کے سب سے بڑے قائد کا بھی عملاً دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں تھا) لیکن "مسلمانوں کی حکومت" اور "اسلامی حکومت" کے نعرہ میں عام مسلمانوں کے لئے بڑی کشش تھی اس لئے ان کی اکثریت نے مطالبہ پاکستان کی تائید و حمایت کی۔

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کا موقف اس وقت ان دونوں گروہوں سے صرف الگ ہی نہیں بلکہ دونوں کے سخت خلاف تھا اور مولانا نے ان دونوں پر بڑی بے رحمی سے تنقید کر کے دکھلایا تھا کہ یہ دونوں جن راہوں پر چل رہی ہیں یہ قطعاً غیر اسلامی ہیں،

---

[1] خوارج کا مسلک یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کرنے سے آدمی اسلام سے قطعی خارج کافر اور جہنمی ہو جاتا ہے۔

بلکہ اسلامی مقاصد و مصالح کے لئے تباہ کن ہیں ـــــ ان میں سے پہلے گروہ (جمعیۃ العلماء وغیرہ) پر تنقید سے تو وہ جماعت اسلامی کی تاسیس و تشکیل سے پہلے ہی فارغ ہو گئے تھے۔ جماعت کے قیام کے بعد ان کی تنقید کا خاص رُخ مسلم لیگ اور اس کی قیادت ہی کی طرف رہا۔ اس سلسلہ میں جن باتوں پر مودودی صاحب خصوصیت سے زور دیتے تھے ان میں سب سے اہم بات یہی ہوتی تھی کہ اسلامی حکومت اسلامی طریقوں سے ہی قائم ہو سکتی ہے۔ مسلم لیگ کی تحریک کی گاڑی جس غیر اسلامی راستہ پر چل رہی ہے اس کے نتیجہ میں اگر مسلمانوں کی کوئی حکومت قائم ہو بھی گئی تو وہ "اسلامی حکومت"

دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہندوؤں کا حصہ ہندوؤں کے حوالے کیا جائے اور مسلمانوں کا حصہ مسلمانوں کے حوالے کیا جائے اور دوسری یہ کہ پورے ملک کی باگ ڈور اکثریت یعنی ہندوؤں کے حوالے کر دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیا تو غیر مسلم اکثریت سارے ملک پر اور مسلمانوں پر مسلط ہو جائے گی"

امیر جماعت کی طرف سے اس کے جواب میں فرمایا گیا تھا:

اپنی خواہشات نفس کے خلاف پاکر ان کو ترک کر دینا چاہتے ہیں تو ہیر پھیر کے راستوں سے آنے کے بجائے صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام کو چھوڑ دیجئے اور ہمارے نفس کے کام میں حصہ لیجئے"

مولانا مودودی صاحب کے ایک مقالہ "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" کا ذکر ابھی اوپر آچکا ہے۔ اس میں مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں:

"بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا سہی

اسلامی حکومت اسلامی طریقوں سے ہی قائم ہو سکتی ہے

ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے قیام میں وہ غیر مسلم حکومت سے زیادہ مشکلات پیدا کرے گی ـــــ

اس سلسلہ کی ان کی کم از کم دو تین عبارتیں یہاں نقل کرنا ضروری ہے۔ ان عبارتوں کے مطالعہ کے بعد "دینی حکمت عملی" کے ان کے فلسفہ کا پس منظر صحیح طور پر سمجھا جا سکے گا

اپریل ۴۷ء میں ٹونک (راجستھان) میں جماعت اسلامی کا ایک اہم اجتماع ہوا تھا۔ اس موقع پر کسی صاحب کی طرف سے دو سوال کئے گئے تھے۔ ان صاحب نے یہ تسلیم کرکے سوال کئے تھے کہ مسلم لیگ کی تحریک پاکستان اور اس کا پروگرام غیر اسلامی ہے ـــ ان سوالوں میں دوسرا سوال یہ تھا کہ

"اس وقت برطانیہ ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے سپرد کر رہا ہے اور اس کی

"ان سوالوں کا واضح مطلب یہ ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کی اس قومی تحریک کا ساتھ دیا جائے اور جب یہ حالات ختم ہو جائیں تو پھر ان کا ساتھ چھوڑ دیا جائے کیونکہ اسے تو سائل صاحب خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تحریک غیر اسلامی ہے۔۔ جب آپ ایک تحریک کو خود غیر اسلامی مانتے رہے ہیں تو پھر کس منہ سے ایک مسلمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کا ساتھ دیا جائے"

جواب کے آخر میں فرمایا گیا تھا:

"اسلام کی لڑائی اور قومی لڑائی ایک ساتھ نہیں لڑی جا سکتی۔ اگر لوگ اسلام اور اسلامی طریقہ کار کو

مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم ہو جائے پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ، سیاسیات اور اجتماعیات کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اس کی بنا پر میں اس کو ناممکن سمجھتا ہوں۔۔ ۔۔ عمر بن عبد العزیز جیسا زبردست فرمانروا جس کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی اس معاملہ میں قطعی ناکام ہو چکا ہے کیونکہ سوسائٹی بحیثیت مجموعی اس اصلاح کے لئے تیار نہ تھی۔۔۔۔۔ اب میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو قومی اسٹیٹ جمہوری طرز پر تعمیر ہوگا وہ اس بنیادی اصلاح میں آخر کس طرح مددگار ہو سکتا ہے۔

جمہوری حکومت میں اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آتا ہے جن کو ووٹروں کی

پسندیدگی حاصل ہو۔ ووٹروں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے، اگر وہ صحیح اسلامی کیریکٹر کے عاشق نہیں ہیں، اگر وہ اس بے لاگ عدل اور اُن بے لچک اصولوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے تو اُن ووٹروں سے کبھی 'مسلمان' قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آسکتے۔ اس ذریعہ سے تو اقتدار ان ہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں تو چاہے مسلمان ہوں مگر اپنے نظریات اور طریقہ کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر کیونکہ وہ "قومی حکومت" جس پر اسلام کا ناکشتی لیبل لگا ہو گا اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری و بیباک ہو گی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔"

اسی سلسلہ کی صرف ایک عبارت اور پڑھ لی جائے ۱۹۴۷ء میں پٹنہ میں جماعت اسلامی کا اجتماع ہوا تھا۔ اس میں جماعت اسلامی کے اہم رکن اور ترجمان ملک نصر اللہ خان عزیز صاحب نے جماعت اسلامی کے موقف اور طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اگر آپ فی الواقع نظام اسلامی کے خواہاں ہیں تو پہلے اپنے آپ کو اور اپنے لوگوں کے دلوں کو بدلئے۔ وہ دل اُن جمہوروں کو بدلیں گے جن میں وہ دھڑک رہے ہوں گے۔ ان کی صورتیں اُن کی سیرتیں، ان کے معاملات تعلقات، سیاست، تجارت اور معاشرت و تمدن ہر شے بدلتی جائے گی تا آنکہ وہ ایسی ہو جائیں گے اور جماعتیں بن جائیں گی کہ ان کے اندر کسی دوسرے نظریۂ زندگی کا عملاً چلنا محال اور ناممکن ہو جائے گا اور وہ نظام اسلامی وجود میں آئے گا جس کی ہر چیز اسلامی اور ہر جز سرتا پا اسلام ہو گا۔ اسلامی نظام ہمیشہ اسی طریقہ پر قائم ہوا ہے اور آئندہ جب کبھی قائم ہو گا اسی طرح ہو گا۔ جو لوگ اس کے سوا کسی دوسرے طریقے کو بھی اسلامی نظام کے قیام کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ سخت دھوکے میں ہیں اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان کے اس دھوکہ کو جلد از جلد دور کر دیا جائے۔"

(روداد جماعت اسلامی حصہ پنجم)
(تحریک جماعت اسلامی۔ از ڈاکٹر اسرار احمد)

- - - - - -

۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے فیصلہ سے پہلے تک مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کا موقف یہ تھا جو مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوا اور وہ اس پر بڑی شدت سے قائم تھے ____ پھر جب ملک کی تقسیم کا فیصلہ ہو گیا اور پاکستان کا قیام عمل میں آگیا تو خود مولانا مودودی اور ان کے رفقا اور جماعت کا مرکز بھی دارالاسلام سے (جو ضلع گورداسپور میں واقع تھا) پاکستان منتقل ہو گئے۔

یہاں پہنچ کر جو صورتحال سامنے آئی تو مولانا کا طرز فکر بدلنے لگا ____ اور پچھلے چند سالوں میں سینکڑوں صفحات میں جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اس سب کو بھول کر یا بھلا کر غالباً وہ سوچنے لگے کہ جس طرح مسلم لیگ نے 'اسلام' اور 'اسلامی حکومت' کا صرف نعرہ لگا کر الیکشن کی جنگ میں جمعیۃ العلماء اور مجلس احرار جیسی جماعتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی اکثریت کی تائید و حمایت حاصل کر لی اور پاکستان بنوا لیا، اسی طرح ہم بھی 'اسلامی نظام' اور 'اقامت دین' اور "حکومت الٰہیہ" کے نام پر مسلمانوں کی تائید حاصل کر سکیں گے اور اس طرح حکومت ہمارے ہاتھ میں آجائے گی اور پھر ہم اس کو صحیح معنوں میں "اسلامی حکومت" بنا لیں گے ____ بہرحال اس امید پر الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا گیا[1] اور پہلے مرحلے پر یہ بھی طے کر لیا گیا کہ ہم الیکشن اسلامی اصول و احکام کی پابندی کے ساتھ لڑیں گے اور دکھلا دیں گے کہ الیکشن اسلامی احکام کی پابندی کے ساتھ اس طرح لڑا جاتا ہے۔

معلوم ہوا تھا کہ اس سلسلہ میں سب سے پہلا فیصلہ یہ کیا گیا کہ حکومت کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور شریعت کا اصول ہے کہ:

"طالب الولایۃ لا یولیٰ"
(جس کا مطلب ہے کہ جو شخص کسی حکومتی عہدہ یا منصب کا خود طالب و خواہشمند ہو اس کو وہ عہدہ اور منصب ہرگز نہ دیا جائے)۔

لہٰذا عوام سے کہا جائے گا کہ ہر حلقہ کے اہل الرائے اپنے حلقہ کی نمائندگی کے لئے کسی اہل اور دیندار شخص کا خود انتخاب کریں اور اس سے الیکشن میں کھڑے ہونے کی درخواست کریں اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے جدوجہد کریں ____ یہ بھی طے کیا گیا کہ کسی ایسی پارٹی سے الیکشنی سمجھوتہ بھی نہ کیا جائے جو الیکشن کی مہم میں اس اصول کی اور دوسرے شرعی احکام و ہدایات کی پابندی نہ کرے۔

---

[1] حیرت ہے کہ اس کھلی حقیقت کو (جس کو نابینا بھی دیکھ سکتے تھے) نظر انداز کرنے پر اپنے کو کس طرح آمادہ کر لیا گیا کہ پاکستان کے جن عوام کے ووٹوں کی بنیاد پر الیکشن کا فیصلہ ہونا تھا ان میں غالب اکثریت ان لوگوں کی تھی جو مولانا مودودی کی خاص اصطلاح میں صرف نسلی مسلمان اور مردم شماری کے رجسٹر کے حساب سے مسلمان تھے۔ ان میں غالب بلکہ غالب ترین اکثریت صلوٰۃ و زکوٰۃ جیسے (باقی اگلے صفحہ پر)

بہرحال اس نقشے اور منصوبے کے مطابق کچھ حضرات کو الیکشن میں کھڑا کیا گیا اور اس کو اقامت دین اور اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد اور جہاد فی سبیل اللہ قرار دے کر اپنے پورے وسائل اور ذہن اور زبان و قلم کی ساری صلاحیتوں کو اس پر لگا دیا گیا —— لیکن نتیجہ میں حیرت انگیز درجہ میں ناکامی ہوئی جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اس کے بعد جب الیکشن کا دوسرا موقع سامنے آیا (یہ غالباً وہ الیکشن تھا جس کی تیاریاں ہو رہی تھیں لیکن جنرل ایوب کا مارشل لا اس کو بہا لے گیا) بہرحال اس موقع پر مولانا اور ان کی جماعت نے پہلے الیکشن میں ناکامی کے تجربے کے تقاضے سے اپنے اصول اور طریق کار میں (جو دین و شریعت ہی کی روشنی میں اختیار کئے گئے تھے) تبدیلی کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ دوسری سیاسی پارٹیوں سے الیکشنی سمجھوتہ کے سلسلے میں جو سخت رویہ پہلے الیکشن کے موقع پر اپنایا گیا تھا اور اس کو شرعاً ضروری سمجھا گیا تھا، اس کو بدلنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

الیکشن کے ذریعہ حکومتی اقتدار حاصل کرنے کی اس پالیسی کے سلسلے میں اور بھی بعض ایسے فیصلے اور اقدامات کئے گئے جو شریعت کے اصول و احکام اور خود مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے اس قدیم مسلک و رویہ کے قطعی خلاف تھے جو ملک کی تقسیم سے پہلے ان کا رہا تھا اور اس کو انہوں نے عین دین قرار دیا تھا۔

پالیسی کی اس تبدیلی اور الیکشن بازی کا ایک یہ بھی نتیجہ ہوا کہ جماعت کا مزاج دینی حامل و داعی جماعت کے بجائے سیاسی پارٹی والا مزاج بنتا چلا گیا — جماعت کا وہ مخلص عنصر جس کو ابتدائی دور کی دینی دعوت نے کھینچا تھا اور جو اس امید پر آیا تھا کہ جماعت اسلامی کے ذریعہ احیاء دین و اقامت دین کی جدوجہد خالص انبیائی طریق پر ہوگی، اس نے کسی حد تک تو (غالباً حسن ظن کی بنیاد پر) پالیسی کی اس تبدیلی کا ساتھ دیا یا اختلاف نہ کرنے کی گنجائش سمجھی، لیکن جب راستہ کی اور مزاج کی تبدیلی بالکل کھل کر آنکھوں کے سامنے آ گئی تو اس عنصر نے اس پالیسی اور طریق کار سے اختلاف کرنا ضروری سمجھا اور اسی وقت سے جماعت میں وہ اندرونی کشمکش شروع ہو گئی جس کا ذکر گذشتہ اوراق میں اپنی سرگزشت کے سلسلہ میں کیا جا چکا ہے —— اس مرحلہ پر مولانا مودودی نے "دین میں حکمت عملی" کا فلسفہ پیش فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ اقامت دین جیسے عظیم و اعلیٰ مقصد کی جدوجہد کے سلسلہ میں اگر شریعت کے خلاف کچھ کام کرنے پڑیں تو خود شریعت میں اس کی گنجائش ہے —— ظاہر ہے کہ یہ بات کس قدر خطرناک تھی اور سیاسی طالع آزماؤں کے لئے اس سے دین میں فتنوں کا کیسا دروازہ کھلتا تھا، لیکن مودودی صاحب نے اپنی ذہانت اور زور قلم سے اس کو شرعی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی۔

مودودی صاحب کے "دینی حکمت عملی" کے اس فلسفہ کے خلاف (جہاں تک راقم سطور کے علم میں ہے) سب سے پہلے ان کے خاص رفیق اور جماعت اسلامی کے بلکہ اس کی مجلس شوریٰ کے بھی اہم رکن مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب نے اپنے ہفتہ وار اخبار "المنبر لائل پور" میں خاصی تفصیل سے لکھا۔ اس کا عنوان تھا "دین کو تحریک سمجھنے کی ہلاکت آفرینیاں"۔ یہ پورا مضمون مولوی عتیق الرحمٰن کے قلم سے ایک مفصل تمہید اور آخر میں ۶-۷ صفحے کی تعلیق کے ساتھ رمضان المبارک سنہ ۷۷ھ کے الفرقان میں بھی شائع ہوا تھا اور اس کے ۲۴ صفحے پر آیا تھا۔ اس زمانہ میں الفرقان کی ادارت عملاً مولوی عتیق الرحمٰن کے ہاتھ میں تھی۔

اس کے بعد مولانا مودودی نے مئی سنہ ۵۸ء کے "ترجمان" میں "المنبر" اور "الفرقان" کے ان مضامین کے جواب ہی میں

دین میں حکمت عملی کا فلسفہ

ایک اور مضمون لکھا جس میں "حکمت عملی" کے اپنے فلسفہ کے ثبوت میں کتاب و سنت اور تعامل صحابہؓ سے گن کر ۹-۱۰ دلیلیں پیش فرمائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ذہانت اور زبان و قلم کی طاقت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت نہ ہو تو یہ بہت بڑا فتنہ اور ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کی گمراہی کا بھی ذریعہ بن جاتی ہیں۔ مودودی صاحب کا یہ مضمون اس کی بڑی عبرتناک مثال تھا۔ خاص کر سیاسی پارٹیاں "اسلام" اور "اسلامی حکومت" کا نام لے کر مولانا کے ان دلائل کی روشنی میں اپنی سیاسی جدوجہد کے راستے پر ہر حرام کو حلال قرار دے کر استعمال کر سکتی تھیں۔ مولوی عتیق الرحمٰن نے پوری تفصیل سے اس مضمون کا جائزہ لیا اور مودودی صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بنیادی فرائض کے تارکین فساق و فجار کی تھی اور ملحدین اور قادیانیوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی، اور ان میں سے ہر ایک کے ووٹ کا وہی وزن تھا جو کسی صالح و متقی عالم دین اور خود مولانا مودودی صاحب کے ووٹ کا تھا۔ یا للعجب! کہاں معیار کی وہ بلندی اور کہاں یہ پستی۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔

کی دلیل یا غلط فہمیوں کی حقیقت ظاہر کرنا ضروری سمجھا۔ انہوں نے "دین میں حکمت عملی کا مقام" کے عنوان سے الفرقان کے مسلسل چار شماروں میں (ذی الحجہ ۷۷ھ سے ربیع الاول ۷۸ھ تک) لکھا۔ یہ چار قسطیں الفرقان کے ۸۴ صفحات پر آئی تھیں۔ اس سلسلہ مضمون میں مولانا مودودی صاحب کے دلائل کا تفصیل سے جائزہ لینے اور جواب دینے کے علاوہ اُن کے دعوے کا سراسر غلط اور روح دین کے خلاف ہونا بھی کتاب اللہ، اسوۂ نبوی، ارشادات نبوی اور تعامل صحابہ سے ثابت کیا گیا تھا۔

مودودی صاحب نے ایک سوال کے جواب کی صورت میں مولوی عتیق الرحمٰن کے اس مضمون کا ترجمان القرآن میں جواب دیا۔ (اس کا عنوان بھی یہی تھا "دین میں حکمت عملی کا مقام") مولوی عتیق الرحمٰن نے مودودی صاحب کا یہ پورا جوابی مضمون لفظ بلفظ اپنے جواب الجواب کے ساتھ الفرقان میں شائع کردیا۔ (یہ جمادی الاخریٰ ۷۸ھ کے شمارہ میں شائع ہوا تھا) اس کے بعد اسی موضوع سے متعلق ایک مضمون مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کا بھی "الفرقان" میں شائع ہوا۔ یہ قریباً ۴۰-۵۰ صفحہ کا مضمون تھا۔

اس موضوع پر 'الفرقان' میں جو مضامین اس زمانے میں شائع ہوئے تھے اگر ان کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو اندازہ ہے کہ قریباً ڈھائی تین سو صفحے کی کتاب ہوگی۔

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب اور مولوی عتیق الرحمٰن صاحب کے اس سلسلہ کے مضامین میں بنیادی طور پر یہی خطرہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اگر مودودی صاحب کے حکمت عملی کے اس فلسفہ کو اور ان کے دلائل کو تسلیم کر لیا جائے تو لوگوں کے لئے دروازہ کھل جاتا ہے کہ وہ "اقامت دین" کی جد وجہد کا نام لے کر شریعت کے مسلّمہ حدود و احکام کو پامال کریں، جن چیزوں کو اللہ و رسول علیہ السلام نے حرام قرار دیا ہے "اقامت دین" کی مہم سر کرنے کے لئے ان کو ناگزیر قرار دے کر وہ اپنے لئے ان کو حلال جانیں بلکہ ثواب سمجھ کر استعمال کریں —— لیکن اللہ کی شان! مولانا مودودی صاحب نے حکمت عملی کے اس فلسفہ کے تحت خود ہی وہ سب کچھ کر کے دکھا دیا جس کا ان کے ناقدین و معترضین خطرہ اور اندیشہ بتلاتے تھے اور مولانا مودودی صاحب کے حامین و معتقدین کہتے تھے کہ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔

آپ اس کی تفصیل معلوم کرنے سے پہلے مولانا مودودی صاحب کا ایک مضمون پڑھ لیجئے جو ستمبر ۵۲ء کے ترجمان القرآن میں شائع ہوا تھا، اور چونکہ وہ وقت کے ایک اہم مسئلہ سے متعلق بہت اچھا اور اطمینان بخش مضمون تھا اس لئے اس کو اکتوبر ۵۲ء کے الفرقان میں بھی شائع کیا گیا تھا۔ یہاں وہ مضمون 'الفرقان' ہی سے مع اس کے ادارتی نوٹ کے نقل کیا جا رہا ہے۔ عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس مضمون کا زیر بحث موضوع "دین میں حکمت عمل کے فلسفہ" سے کیا تعلق ہے۔

عورت اور مجالس قانون ساز

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

[ماہ اگست کے "ترجمان القرآن" (لاہور) میں مولانا مودودی نے پاکستان کے لئے چند دستوری تجاویز پیش کی تھیں۔ ان تجاویز پر بعض حلقوں کی طرف سے اعتراضات کئے گئے، جن کے جوابات موصوف نے ستمبر کے ترجمان میں دیے ہیں۔ ان میں ایک اعتراض ان کی اس تجویز پر تھا کہ — "عورتوں کو مجالس قانون ساز کا رکن نہ ہونا چاہیئے۔" اس کے جواب میں جو کچھ موصوف نے لکھا ہے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس کو الفرقان کے صفحات میں بھی محفوظ کر دیا جائے کیونکہ اس کا تعلق ہمارے اس دور کے ایک اہم سوال سے ہے]

ایک اعتراض ہماری اس تجویز پر کیا گیا ہے کہ "عورتوں کو مجلس قانون ساز کا رکن نہ ہونا چاہیئے۔" اس باب میں ہم سے پوچھا گیا ہے کہ وہ کون سے اسلامی اصول ہیں جو ان کی رکنیت میں مانع ہیں؟ اور قرآن و حدیث کے وہ کون سے ارشادات ہیں جو ان مجالس کی رکنیت کو مردوں کے لئے مخصوص قرار دیتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم ان مجالس کی صحیح نوعیت اچھی طرح واضح کردیں جن کی رکنیت کے لئے عورتوں کے استحقاق پر گفتگو کی جا رہی ہے۔

ان مجالس کا نام مجالس قانون ساز رکھنے سے یہ غلط فہمی واقع ہوتی ہے کہ ان کا کام صرف قانون بنانا ہے۔ اور پھر یہ غلط فہمی ذہن میں رکھ کر جب آدمی دیکھتا ہے کہ عہد صحابہؓ میں خواتین بھی قانونی مسائل پر بحث، گفتگو، اظہار رائے سب کچھ کرتی تھیں اور بسا اوقات خود خلفاء ان کی رائے لیتے اور اس رائے کا لحاظ کرتے تھے، تو اسے حیرت ہوتی ہے کہ آج اسلامی اصولوں کا نام لے کر اس قسم کی مجالس میں عورتوں کی شرکت کو غلط کیسے کہا جا سکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں جو مجالس اس نام سے موسوم کی جاتی ہیں ان کا کام محض قانون سازی کرنا نہیں ہے بلکہ عملاً وہی پوری ملکی سیاست کو کنٹرول کرتی ہیں۔ وہی وزارتیں بناتی اور توڑتی ہیں، وہی نظم و نسق کی پالیسی طے کرتی ہیں، وہی مالیات اور معاشیات کے مسائل طے کرتی ہیں اور انہی کے ہاتھ میں صلح و جنگ کی زمام کار ہوتی ہے۔

اس حیثیت سے ان مجالس کا مقام محض ایک فقیہ اور مفتی کا مقام نہیں ہے بلکہ پوری مملکت کے "قوام" کا مقام ہے۔

اب ذرا دیکھئے قرآن اجتماعی زندگی میں یہ مقام کس کو دیتا ہے اور کسے نہیں دیتا۔ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصالحات قنتت للغيب بما حفظ الله (رکوع ۶)

مرد عورتوں پر قوام ہیں بوجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر دی ہے اور بوجہ اس کے کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں پس صالح عورتیں اطاعت شعار اور غیب کی حفاظت کرنے والیاں ہوتی ہیں۔ اللہ کی حفاظت کے تحت۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں "قوامیت" کا مقام مردوں کو دے رہا ہے، اور صالح عورتوں کی دو خصوصیات بیان کرتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ اطاعت شعار ہوں، دوسرے یہ کہ وہ مردوں کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کریں جن کی حفاظت اللہ کرانا چاہتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ حکم تو خانگی معاشرت کے لئے ہے نہ کہ ملکی سیاست کے لئے، مگر یہاں اول تو مطلقاً "الرجال قوامون على النساء" کہا گیا ہے فی البیوت کے الفاظ ارشاد نہیں ہوئے ہیں جن کو بڑھائے بغیر اس حکم کو خانگی معاشرت تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اگر آپ کی یہ بات مان بھی لی جائے تو ہم پوچھتے ہیں کہ جسے اللہ نے گھر میں قوام نہ بنایا بلکہ قنوت (اطاعت شعاری) کے مقام پر رکھا، آپ اسے مقام گھروں کے مجموعے یعنی پوری مملکت میں قنوت کے مقام سے اٹھا کر قوامیت کے مقام پر لانا چاہتے ہیں۔ گھر کی قوامیت سے مملکت کی قوامیت تو زیادہ بڑی اور اونچے درجہ کی ذمہ داری ہے۔ اب کیا اللہ کے متعلق آپ کا یہ گمان ہے کہ وہ ایک گھر میں تو عورت کو قوام نہ بنائے گا مگر کئی لاکھ گھروں کے مجموعے پر اسے قوام بنا دے گا؟

اور دیکھئے قرآن صاف الفاظ میں عورت کا دائرہ عمل یہ کہہ کر معین کر دیتا ہے کہ:

وقرن فى بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ
(الاحزاب-۴)

اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہری رہو اور پچھلی جاہلیت کے سے تبرج کا ارتکاب نہ کرو۔

آپ پھر فرمائیں گے کہ یہ حکم تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کی خواتین کو دیا گیا تھا مگر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے خیال مبارک میں کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی خواتین کے اندر کوئی خاص نقص تھا جس کی وجہ سے وہ بیرون خانہ کی ذمہ داریوں کے لئے نااہل تھیں؟ اور کیا دوسری خواتین کو اس لحاظ سے ان پر کوئی فوقیت حاصل ہے؟ پھر اگر اس سلسلہ کی ساری آیات صرف اہل بیت کے لئے مخصوص ہیں تو کیا دوسری مسلمان عورتوں کو تبرج جاہلیت کی اجازت ہے اور کیا انہیں غیر مردوں سے اس طرح باتیں کرنے کی بھی اجازت ہے کہ ان کے دل میں طمع پیدا ہو؟ اور کیا اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے سوا ہر مسلمان گھر کو رجس میں آلودہ دیکھنا چاہتا ہے؟

اس کے بعد حدیث کی طرف آئیے یہاں ہم کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ واضح ارشادات ملتے ہیں:

اذا كان امراؤكم شراركم واغنياؤكم بخلاؤكم وامور كم الى نسائكم فبطن الارض خير لكم من ظهرها۔ ترمذی

جب تمہارے امراء (ارباب حکومت) تمہارے بدترین لوگ ہوں اور جب تمہارے دولتمند بخیل ہوں اور جب تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے ہاتھ میں ہوں تو زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔

عن ابى بكرة لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل فارس ملكوا عليهم بنت كسرىٰ قال لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة
(بخاری، ترمذی)

ابوبکرہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ ایران والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات ایک عورت کے سپرد کر دیے ہوں۔

یہ دونوں حدیثیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد الرجال قوامون على النساء کی ٹھیک ٹھیک تفسیر بیان کرتی ہیں اور ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیاست و ملک داری عورت کے دائرہ عمل سے خارج ہے۔ رہا یہ سوال کہ عورت کا دائرہ عمل ہے کیا؟ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ ارشادات اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

والمرأة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم۔ (ابوداؤد)

اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی راعیہ ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔

یہ ہے آیت "وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ" کی صحیح تفسیر اور اس کی مزید تفسیر وہ احادیث ہیں جن میں عورت کو سیاست و ملک داری سے کمتر درجہ کے خارج از بیت فرائض و واجبات سے بھی مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

الجمعة حقٌ واجبٌ علیٰ کلِّ مسلمٍ فی جماعةٍ الا اربعةٌ عبدٌ مملوکٌ اوامراۃٌ اوصبیٌّ اومریضٌ۔
(ابوداؤد)

جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ ادا کرنا حق اور واجب ہے بجز چار کے غلام۔ عورت۔ بچہ اور مریض

عن ام عطیہ قالت نھینا عن اتباع الجنائز۔ (بخاری)

ام عطیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو جنازوں کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔

اگرچہ ہمارے پاس اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں مضبوط عقلی دلائل بھی ہیں اور کوئی چیلنج کرے تو ہم انہیں پیش کر سکتے ہیں، مگر اول تو ان کے بارے میں سوال نہیں کیا گیا ہے دوسرے ہم کسی مسلمان کا یہ حق ماننے کے لئے کبھی تیار نہیں ہیں کہ وہ خدا اور رسول کے واضح احکام سننے کے بعد ان کی تعمیل کرنے سے پہلے اور تعمیل کے لئے شرط کے طور پر عقلی دلائل کا مطالبہ کرے۔ مسلمان کو اگر وہ واقعی مسلمان ہے پہلے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے، پھر وہ اپنے ذہنی اطمینان کے لئے عقلی دلائل مانگ سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ مجھے پہلے عقلی حیثیت سے مطمئن کرو ورنہ میں خدا و رسول کا حکم نہ مانوں گا، تو ہم اسے سرے سے مسلمان ہی نہیں مانتے، کجا کہ اس کو ایک اسلامی ریاست کے لئے دستور بنانے کا مجاز تسلیم کریں۔ تعمیل حکم کے

لئے عقلی دلائل مانگنے والے کا مقام اسلام کی سرحد سے باہر ہے نہ کہ اس کے اندر"۔

اس کے آگے اسی مضمون میں مولانا مودودی صاحب نے اسی مسئلہ سے متعلق پیش کئے جانے والے یا پیدا ہونے والے بعض شبہات کے جوابات دیئے ہیں اور وہ جوابات بھی بالکل صحیح اور اطمینان بخش ہیں — لیکن جس مقصد سے یہاں ہم نے اس مضمون کو نقل کیا ہے اس کے لئے بس یہی حصہ کافی ہے جس میں مودودی صاحب نے واضح طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام اور اس کی شریعت میں کسی عورت کے مجلس قانون ساز کا رکن ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے — اور یہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس بارہ میں اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واضح احکامات و ارشادات ہیں اور کسی مسلمان کے مسلمان ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اس حکم کو بے چون و چرا تسلیم کرے ——— (باقی)

جمعیۃ طلبہ اسلام بہاولپور ڈویژن کا
اجتماع بہاولنگر میں
۱۵-۱۶ فروری کو ہوگا۔
حضرت مولانا محمد اجمل صاحب
۱۶ فروری کو خطاب فرمائیں گے۔

نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

بیکل اُتساہی

تجھے تو صبح کا چہرا دکھائی دیتا ہے
مجھے نبیؐ کا کفِ پا دکھائی دیتا ہے

جو رنگ شام کا نکھرا دکھائی دیتا ہے
انہیں تو نور کا صدقہ دکھائی دیتا ہے

نبیؐ کا چہرہ تو آئینہ ہے مشیّت کا
جو دیکھے اس کا ہی چہرا دکھائی دیتا ہے

اسی نظر میں ہے نورِ تجلیاتِ حرم
کہ جس نظر میں مدینا دکھائی دیتا ہے

نگاہ پھیر لی آقا نے جس گلستاں سے
بہار میں بھی وہ صحرا دکھائی دیتا ہے

نبیؐ کی یونہی نظر پڑ گئی ہے جس گل پر
اسی کا رنگ تو چوکھا دکھائی دیتا ہے

جس انجمن میں بھی جائے حبیبِ حقؐ کا غلام
قسم خدا کی وہ تنہا دکھائی دیتا ہے

اے آنسوؤ یہ ادب کا مقام ہے ٹھہرو
وہ دیکھو گنبدِ خضریٰ دکھائی دیتا ہے

بہ فیضِ نعتِ نبیؐ بزمِ شعر میں بیکل
خود اپنے رنگ میں تنہا دکھائی دیتا ہے

ہیں۔ اس فنڈ سے خستہ حال لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ جمعیت علمائے ہندوستان میں اور بھی بہت سے مفید کام کر رہی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کی اجتماعی بھلائی ہوتا ہے۔

"جمعیت علماء ہند کا پاور پالیٹکس سے کوئی تعلق نہیں تاہم ہم نے اپنے اراکین کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ جس جماعت میں شامل ہونا چاہیں ہو سکتے ہیں اور سرگرمی سے سیاست میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جمعیت کا مشن خالصتاً تبلیغی ہے۔ اب میں نوجوانوں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ اپنے ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا چاہتے ہیں، اسلامی نظریہ کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں منفی رجحانات کی بیخ کنی کرنا ہوگی اور مثبت اندازِ فکر اپنانا ہوگا۔ انگریز نے ہمارے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی کی ہے کہ ہماری نوجوان نسل میں جذباتی اندازِ فکر کو ترویج دی۔ اس اندازِ فکر سے پورے عالمِ اسلام میں مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ میں نوجوانوں سے بطورِ خاص یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ وہ تعمیری اندازِ فکر اختیار کریں، حسنِ اخلاق سے غیروں کے دل موہ لیں۔ ہم اشتعال میں آ کر سب کچھ تباہ کر ڈالتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح ہم غیروں کے مشن کی تکمیل کر رہے ہیں۔

معزز سامعین! آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ایک باعزت اور باوقار معاشرہ تشکیل دیں، جو معاشرے اچھے نہیں ہوتے اُن میں اچھے آدمیوں کی بھی قدر و منزلت نہیں ہوتی، جو معاشرے اچھے ہوتے ہیں، ان میں ہلکے افراد کی بھی قدر ہوتی ہے۔ اس لیے آپ اپنی تمام تر صلاحیتیں ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لیے صرف کر دیں۔ ایک علحدہ وطن کی ضرورت ہی اس لیے محسوس کی گئی تھی کہ اسے ایک مثالی ریاست بنایا جائے گا۔ جوش کی بجائے ہوش سے کام لیں، تبھی آپ اپنی حقیقی منزل پا سکیں گے۔

امن و ترقی کی منزل:

"اس وقت جب کہ میں آپ سے مخاطب ہوں، پاکستان کے سر پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ مسلم ملک افغانستان پر روس کی کھلی جارحیت عالمِ اسلام کے لیے خطرے کا الارم ہے۔ افغانی مجاہدین دین کے نام پر قربانیاں دے رہے ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ اب تک کوئی بھی اسلامی ملک حقیقی معنوں میں اُن کی مدد کو نہیں پہنچا۔ عالمِ اسلام کو چاہیے کہ ان کی کھلم کھلا اور علی الاعلان امداد کریں۔ روس کا یہ فعل انتہائی ظالمانہ اور سفاکانہ ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اس کی مذمت ہونی چاہیے۔ ہم غریب الوطن تو ان کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ"

اس سے پہلے جمعیت طلباء اسلام کے مرکزی صدر، مولانا محمد اجمل نے مولانا اسعد مدنی کو زبردست الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ جمعیت کے قائم مقام صدر اجمل قادری نے سپاسنامہ پیش کیا۔ مولانا عبیداللہ انور نے تقریب کے آخر میں مختصر خطاب کیا اور دعا مانگی۔

خلفِ صدق

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ

مولانا اسعد مدنی کے خیالات

پاکستان میں بیٹھ کر

بھارت کے مسلمانوں کو اپنی مخصوص عینک سے نہ دیکھئے

مولانا سید محمد اسعد مدنی، برصغیر کے معروف عالمِ دین مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور جمعیت علمائے ہند کے سربراہ ہیں گذشتہ دنوں وہ دورہ پاکستان پر لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں مولانا نے بڑا مصروف دن گزارا۔ مصروفیت کے باوجود انہوں نے نمائندہ "بادبان" سے گفتگو کے لیے وقت نکالا۔ مولانا محمد سید اسعد مدنی بھارت کے حالات پر کیا تبصرہ فرماتے ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

س: بھارت کے مسلمانوں نے گذشتہ عام انتخابات میں اندرا کی مخالفت کی تھی جب کہ حالیہ انتخابات میں حمایت [illegible]

ج: میں آپ کے اس سوال کا جواب جمعیت علمائے ہند کا صدر ہونے کے حوالے سے نہیں دوں گا کہ جمعیت کوئی سیاسی جماعت نہیں، خالصتاً مذہبی جماعت ہے۔ البتہ ہم نے اپنے کارکنوں پر کوئی پابندی عائد نہیں کر رکھی، وہ جس جماعت میں چاہیں شامل ہو سکتے ہیں، پارلیمانی سیاست میں جس کا چاہیں ساتھ دے سکتے ہیں۔ ایک ہندوستانی مسلمان ہونے کے حوالے سے میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جنتا پارٹی نے اقتدار میں آنے سے پہلے مسلمانوں سے جو وعدے کیے تھے ان میں سے ایک بھی پورا نہیں کیا۔ بدترین نوعیت کی بدعہدی کی۔ مسلمان جنتا پارٹی کے اس رویہ سے بددل ہو گئے۔ نتیجتاً جنتا پارٹی کو حالیہ انتخابات میں اتنی عبرتناک شکست ہوئی کہ اس کے بعض لیڈر [illegible]

لاہور
جاوید ڈوگر

وہاں قیادت کا کوئی سوال نہیں، کوئی جھگڑا نہیں

بھارت کے مسلمان کس حال میں ہیں

کیا سوچ رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں؟

۱۵ جنوری کو جمعیت طلبا اسلام کے زیر اہتمام ایک مقامی ہوٹل میں جمعیت علمائے ہند کے امیر مولانا سید محمد اسعد مدنی کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا۔ صدارت مولانا عبید اللہ انور نے کی۔ استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مہمانِ خصوصی سید محمد اسعد مدنی نے کہا: میں اس عزت افزائی اور غریب الوطن نوازی کے لیے جمعیت کے نوجوانوں اور آپ سب حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میرے بارے میں کہا گیا ہے کہ میں ہندوستان کے ۱۵ کروڑ مسلمانوں کا قائد ہوں۔ یہ بات درست نہیں۔ اس لیے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی قیادت کا سوال ہی ابھی پیدا نہیں ہوا، کیونکہ ہنوز وہاں کے مسلمان گوناگوں مصائب و مشکلات سے دوچار ہیں اور انہیں آسان کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا دو طرح سے امتحان لیتے ہیں۔ ایک ابتلا اور آزمائش کے ذریعے دوسرے نعمتوں سے نواز کر ــــ ہم ہندوستانی مسلمان آزمائش میں مبتلا ہیں۔ اس لیے ہمارے ہاں قیادت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ پھر میں قیادت کے اہل بھی نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کو جن کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے جڑتا ہے۔ اس وقت دین کی خدمت اور علمِ دین کی ترویج کا موقع عطا کیا۔ جب اقتدار اگرچہ مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔ مگر ان کے اقتدار کو گھن لگ چکا تھا۔ ہر چیز زوال پذیر تھی۔ اجتماعی زندگی میں جتنے امراض ہوتے ہیں، وہ بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ ان حالات میں شاہ ولی اللہ نے ان امراض کی نشاندہی کی اور دینِ حق کے غلبہ کے لیے جہاد کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ پھر انہی کے سلسلے کے حضرات شاہ عبدالعزیز اور ان کے صاحبزادے نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں مسلمانوں کی بھرتی کو ناجائز قرار دینے کے سلسلے میں ایک فتویٰ جاری کیا اور اعلان کیا کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف جہاد کریں اور انہیں اپنی سرزمین سے نکال باہر کریں۔ یہ پہلا جہاد تھا۔ دوسرا جہاد، ۱۸۵۷ء کا جہادِ آزادی تھا جس میں لاکھوں مسلمان اور ۵۰ ہزار علمائے کرام شہید ہوئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے حکم دیا تھا کہ جہاں بھی داڑھی والا اور لمبا کرتا پہنے ہوئے کوئی شخص نظر آئے اسے گولی سے اڑا ڈالو۔ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ و بستی بستی علماء کا خون بڑی بے دردی کے ساتھ بہایا گیا۔ تیسرا جہادِ آزادی شیخ الہند کی قیادت میں شروع ہوا۔ اس جہاد میں مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا منصور انصاری اور دوسرے جید علماء شامل تھے۔ افغانستان میں آزاد ہند حکومت قائم کی گئی جس نے انگریزوں کی غلامی سے اہلِ ہندوستان کی گردن چھڑانے کے لیے افغانستان، روس اور جرمنی سے معاہدے کیے۔ اس اثنا میں والد محترم (سید احمد حسین مدنیؒ) ترکی اور حجازِ مقدس پہنچے، تاکہ پوری اسکیم کی نگرانی کریں۔ انہی دنوں مدینہ منورہ میں ان کی ملاقات دو الجزائری نوجوانوں شیخ عبدالحمید اور شیخ ابراہیمی سے ہوئی۔ یہ دونوں نوجوان فرانس کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ والدِ محترم نے ان کے اندر انقلابی جذبہ بیدار کیا۔ یہی وہ نوجوان تھے کہ آگے چل کر جن کی قیادت میں الجزائر میں انقلابی تحریک چلی۔ فرانسیسی استبداد نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے پچاس ہزار مسلمانوں کو شہید کیا۔

آزادی کے لیے آواز بلند کرنے کے جرم میں اس دور میں علمائے کرام کی گرفتاریوں کا سلسلہ عام تھا، چنانچہ جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کو بھی گرفتار کر لیا گیا، تو والد محترم نے جدہ پہنچ کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے خود پیش کر دیا۔ تمام اسیروں کو مالٹے جایا گیا۔ مالٹا میں اسیری کے دوران ہمارا گھرانہ اجڑ گیا۔ ۴½ سال کے عرصہ میں خاندان کے ۱۴ افراد کا انتقال ہو گیا اور انہی اکابر کی مساعی سے جمعیت علمائے ہند کا قیام عمل میں آیا۔ لوگوں نے خون کی قربانی دی، جیلیں بھری گئیں۔ اس جدوجہدِ آزادی کے نتیجہ میں نہ صرف ہندوستان بلکہ عالمِ اسلام آزاد ہوا۔ برطانیہ کے اقتدار کا سورج ڈوبا۔ امریکہ کی پالیسی تبدیل ہوئی۔ تیس پینتیس اسلامی ملک آزاد ہوئے۔ یہ الگ بات ہے اور مقامِ افسوس ہے کہ ہم اس آزادی سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکے۔ آزاد اسلامی ممالک یورپی تہذیب کے غلام ہیں۔ اگر کہیں کوئی سر اٹھاتا ہے، تو چوبیس گھنٹے کے اندر کچل دیا جاتا ہے۔ آپ جس طرح آزادی سے متمتع ہو رہے ہیں۔ وہ آپ کے سامنے ہیں۔ آزاد مسلم ممالک کے برعکس ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ مسلمان رہیں اور باعزت و باوقار زندگی گزاریں۔ اللہ کا فضل ہے کہ ہم باعزت زندگی گزار رہے ہیں اور میرے مشاہدے کی بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمان دینی اعتبار سے پوری دنیا کے مسلمانوں سے بہتر مسلمان ہیں۔ اور یہ بانگِ دہل کہتا ہوں۔ دینی اعتبار سے کوئی دوسرا ملک ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

"پوری دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں۔ جہاں حکومتی سطح سے ہٹ کر نجی حیثیت میں دینی تعلیم کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہو۔ جتنا ہندوستان میں کیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں پچاس ہزار مکتب لاکھوں بچوں کو دینی اور دنیوی تعلیم دے رہے ہیں۔ ایسے مکاتب و مدارس گاؤں گاؤں ہیں۔ لوگ کہتے ہیں جو کام صرف حکومت ہی کر سکتی ہے۔ وہ قوم کیسے کر سکتی ہے۔ اللہ کے فضل سے ہم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ قوم اپنی مدد آپ کے تحت بہت کچھ کر سکتی ہے۔ ہم اپنے مکاتب میں حکومت کے منظور شدہ کورس سے بالکل برعکس تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ طلباء کی کثیر تعداد کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۱ اساتذہ ... بچوں کو تعلیم دیتے ہیں۔"

ایک مرتبہ میں ٹانڈہ گیا، تو وہاں کے نوجوانوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک مسلم فنڈ قائم کر رکھا ہے جس سے مسلمانوں کو بلاسود قرضے دیے جاتے ہیں، تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ میں نے دریافت کیا کہ ان قرضوں کی واپسی میں کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔ نوجوانوں نے بتایا کہ بالکل نہیں۔ چنانچہ اس تجربہ کی روشنی میں ہم نے دیوبند میں "مسلم فنڈ" قائم کیا۔ ابتدا میں ایک ہزار چالیس روپے جمع ہوئے۔ ۱۱ سال کے عرصہ میں یہ فنڈ ۴۵ لاکھ تک پہنچ گیا۔ یوں ہم مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لیے مثبت قدم اٹھا رہے ہیں۔ دیوبند میں کوئی انڈسٹری نہیں۔ نہ دیوبند اتنا بڑا تجارتی مرکز ہے، کچھ کسان ہیں اور کچھ ملازمت پیشہ لوگ ہیں۔ یہ لوگ اپنا سرمایہ پس انداز کر کے "مسلم فنڈ" میں جمع کرا دیتے

سکتے۔ جہاں تک اندرا گاندھی سے بددل ہونے کا تعلق ہے، اس کے پس منظر میں اس کے دورِ اقتدار کی غلطیاں تھیں۔ حالیہ انتخابی مہم میں اندرا نے عام جلسوں میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ان غلطیوں کا اعادہ نہیں کریں گی۔

س : بھارت میں آئے دن مسلم کش فسادات کی وجوہات کیا ہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہ تاثر ہے کہ اس قسم کے فسادات کے پسِ پردہ حکومت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اصل حقائق کیا ہیں ؟

ج : یہ بات کسی حد تک صحیح بھی ہے اور کسی حد تک غلط بھی۔ جنتا پارٹی کے دور میں ایسا ضرور ہوا ہے کہ سرکاری سرپرستی میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا۔ جنتا پارٹی کے الائنس میں راشٹریہ سیوک سنگھ بھی شامل تھی۔ یہ جماعت عام طور پر فرقہ وارانہ فسادات کی ذمہ دار قرار پاتی ہے۔ جنتا پارٹی کے دور میں اس جماعت کو کھل کھیلنے کی اجازت تھی۔ مسلمانوں نے بارہا شکایت کی، مگر حکمران جماعت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ جنتا پارٹی کے دور میں ۵۰ کے قریب مسلم کش فسادات ہوئے۔ ان فسادات میں جنتا پارٹی کے لیڈر کھلم کھلا بلوائیوں کی حمایت کرتے رہے۔

س : جنتا پارٹی کا کہنا تھا کہ یہ فسادات اندرا کے حامی کراتے ہیں، تاکہ جنتا حکومت کو ناکام کیا جا سکے۔ ؟

ج : جنتا پارٹی کا یہ موقف درست نہیں۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ جنتا پارٹی کے "بڑے" ان فسادات میں براہِ راست ملوث ہیں۔ پھر اندرا کانگریس کو الزام کیوں کر دیا جا سکتا ہے۔

س : اب اندرا کے برسرِ اقتدار آنے سے کیا فرقہ وارانہ فسادات نہیں ہوں گے ؟

ج : یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بھارت میں برسرِ اقتدار آنے والی کوئی بھی جماعت فرقہ وارانہ فسادات کو مکمل طور پر روکنے کی ضمانت نہیں دے سکتی۔ وہاں پر ایسی انتہا پسند جماعتیں کام کر رہی ہیں جو کسی نہ کسی موقع پہ اپنا کام کر دکھاتی ہیں، تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اندرا کے اقتدار میں مسلم کش فسادات کم سے کم ہوئے ہیں اور اس میں مسلمانوں کا موقف بھی سنا جاتا تھا۔ اندرا اقتدار کے آخری دو سال میں تو کوئی مسلم کش فساد سرے سے ہوا ہی نہیں۔

س : یہ تاثر بھی تو عام ہے کہ نہرو خاندان کو مسلم دشمنی ورثے میں ملی ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے ؟

ج : یہ تاثر یہاں پاکستان میں پایا جاتا ہے۔ یہ آپ کی سوچ ہے ہماری نہیں۔ آپ لوگ پاکستان میں بیٹھ کر اپنی مخصوص عینک سے دیکھتے ہیں، ہم ہندوستان میں بیٹھ کر عملی صورتِ حال کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس تاثر میں کوئی حقیقت نہیں۔ میں اس ضمن میں کچھ اور بھی کہتا، مگر یہ باتیں مجھے ہندوستان میں کہنی چاہئیں، پاکستان میں نہیں۔

س : جمعیت علمائے ہند عملی سیاست میں حصہ کیوں نہیں لیتی ؟

ج : بعض مذہبی جماعتیں سیاست میں براہِ راست حصہ لے رہی ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ جماعتیں کوئی خاص خدمت انجام نہیں دے پا رہیں۔ ہمارے پیشِ نظر نوجوان نسل کے ذہنوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا بنیادی اہمیت کا حامل ہے، تاکہ ہم ان سے تعمیری کام لے سکیں۔ جب کوئی جماعت سیاست میں مکمل طور پر داخل ہو جاتی ہے، تو وہ فکری محاذ پر اپنا موثر کردار ادا نہیں کر سکتی۔ ہمارے پیشِ نظر وسیع تر مقاصد ہیں جن کے حصول کے لیے ہم کوشاں ہیں۔ فی الحال ہم پوری توجہ اسی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔

س : فکری محاذ پر کام کرنے کے کوئی خاص مقاصد متعین ہیں ؟

ج : جی ہاں! ہمارے پیشِ نظر دین کی توسیع و اشاعت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ہم اپنے اخلاق اور کردار سے ان لوگوں کو متاثر کرنا چاہتے ہیں جو دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہیں۔ اس مقصد کے لیے ہم نے بہت سے نوجوانوں کو تیار کیا ہے جو دین کی تبلیغ کر رہے ہیں اور اس کے اچھے اثرات بھی برآمد ہو رہے ہیں۔ بہت سے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ کامیابی بہت بڑی کامیابی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے۔ انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب ہندوستان میں دینِ حق غالب آ جائے گا۔

س : بھارت میں مذہب کی تبلیغ پر تو کوئی پابندی عائد نہیں ؟

ج : جی نہیں، ایسی کوئی پابندی نہیں۔ البتہ کبھی کبھی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خاص طور پر ان مسلم جماعتوں کو دشواری پیش آتی ہے، جو سیاست میں بھی سرگرمِ عمل ہیں۔

س : اندرا گاندھی نے اپنی انتخابی مہم کے دوران کہا تھا کہ وہ کشمیر کو "آزاد" کرائیں گی۔ ان کے اس رویے پر آپ کا ردِعمل ؟

ج : بھارتی مسلمان کسی بھی خطہ میں مسلمانوں کو غلام بنانے کے مخالف ہیں۔ میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ اندرا نے ایسا کہا ہو۔ اگر کہا ہے تو وہ قرینِ انصاف نہیں۔

س : آپ ان انتہا پسند جماعتوں پر پابندی کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے، جو فرقہ وارانہ فسادات کی ذمہ دار ہیں ؟

ج : میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہم سیاسی سطح پر کام نہیں کرتے نہ ہی کوئی مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ چونکہ مسلمانوں کا اجتماعی مسئلہ ہے اس لیے مسلمانوں نے اس ضمن میں ہر حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ انتہا پسند جماعتوں پر پابندی لگائی جائے۔ ہمارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ نہ جانے اس میں کیا مصلحت ہے۔ ویسے میرے خیال میں اگر ایسی جماعتوں پر پابندی لگا بھی دی جائے، تو کچھ حاصل نہیں ہوگا کہ ہر معاشرے میں جذباتی لوگ ہوتے ہیں، جو اس نوعیت کی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تو صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے اندر قوت پیدا کریں اور اتنے طاقتور ہو جائیں کہ باوقار زندگی گزار سکیں۔ ہم اسی مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں۔

س : مارچ میں آپ دیوبند کا صد سالہ جشن منا رہے ہیں اس سلسلہ میں کیا انتظامات کیے گئے ہیں، اس جشن کے کیا مقاصد ہیں ؟

ج : "دیوبند" کی ایک تاریخی انفرادیت ہے۔ اس مدرسہ میں چٹائیوں پر بیٹھنے والوں نے دنیا میں وہ انقلاب برپا کیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ صد سالہ جشن دیوبند کی تابندہ روایات کو تازہ کرنے کے لیے منایا جا رہا ہے۔ اس جشن میں دنیا بھر سے مسلمان شریک ہوں گے جنہیں دیوبند کی تاریخی اہمیت سے آگاہ کیا جائے گا اور یہاں سے پیدا ہونے والے اکابرین کے تاریخی کردار اور خدمات سے روشناس کرایا جائے گا۔ جشن کی تقاریب میں مختلف ممالک کے علماء اظہارِ خیال کریں گے۔ مندوبین اور مبصرین میں لٹریچر تقسیم کیا جائے گا، تاکہ دنیا بھر کے مسلمان دیوبند کی تاریخی انفرادیت سے آگاہ ہو سکیں۔

س : افغانستان کی موجودہ صورتِ حال پر آپ کا ردِعمل کیا ہے ؟

ج : مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آزادی کے بعد مسلمان ممالک اپنی آزادی سے صحیح معنوں میں استفادہ نہیں کر سکے۔ غیر ملکی طاقتوں نے مسلمان ملکوں کو کھلونا بنا رکھا ہے۔ افغانستان میں اس وقت جو صورتِ حال ہے وہ انتہائی تشویشناک ہے۔ افغان مجاہدین بڑی کسمپرسی کی حالت میں ایک بہت بڑی طاقت کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ اس پر وہ داد و تحسین کے مستحق ہیں۔ افغانستان مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں کا مرکز رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے مجھے قوی امید ہے کہ افغان مجاہدین جلد اپنے ملک کے آپ مالک بن جائیں گے اور جارحیت کرنے والوں کو شکست ہوگی۔ تاہم ایک بات کا مجھے شدید رنج ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک نے صحیح معنوں میں افغان مجاہدین کی مدد نہیں کی۔ عالمِ اسلام کو فوری طور پر یہاں مظلوم و مقہور عوام کی مدد کو پہنچنا چاہیے تھا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ بھارت کے مسلمان تو خود مصائب و مشکلات کا شکار ہیں۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ خدا انہیں جدوجہد آزادی میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

••

شاہ بخاری فاضل حقانی

نار جعفر بنوں

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے معلم اخلاق تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید ہر انسان کے دل کو معتدل بنا سکتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم انسانیت کے لئے سراج منیر اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ساری دنیا کو اسلام کے نور سے منور کرنا تھا۔ اسی لئے جزیرۃ العرب میں اسلام کے فروغ کے ساتھ ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب کے قرب وجوار کے حکمران اور امراءِ حکام کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے نام تبلیغی خطوط ارسال فرمائے۔ اس دعوت پر بعضوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض نے انکار کیا اور بعض عناد اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ عہد رسالت دعوت اسلام کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو صفحات قرطاس پر پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کرنا بشری طاقت سے باہر ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد بعثت انسانی دنیا کو ظلمت کے اندھیروں سے نکال کر ایک صحیح راستہ بتانا اور نور کی طرف لانا تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت دنیا کو جنت کی بشارت اور عذاب آخرت کی وعید پہنچانا تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام داعی الی اللہ اور سراج منیر بن کر آئے تھے کہ ساری دنیا کو روشن کریں۔ آپ علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے تھے کہ دنیا کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف خدا کی بندگی میں داخل کریں۔ تمام لوگوں کو مادی زندگی کی کال کوٹھری سے نکال کر دنیا اور آخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں۔ مذہب وادیان کی ناانصافیوں اور زیادتیوں سے نجات دے کر اسلام کے انصاف سے متمتع ہونے کا موقع دیں۔ آپ علیہ السلام کا کام نیکی کی ترغیب دینا، بدی سے منع کرنا، صاف وپاک چیزوں کو حلال، گندگی وناپاک چیزوں کو حرام قرار دینا اور ان بندشوں اور بیڑیوں کو توڑنا تھا جو انسانوں نے اپنی نادانی سے یا مذاہب اور حکومتوں نے اپنی زبردستی سے لوگوں کے پاؤں میں ڈال رکھی تھیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب صرف ایک قوم یا ایک ملک کے باشندے نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب تمام انسانوں اور پورے انسانی ضمیر سے تھا۔ عرب قوم اپنی حد سے بڑھی ہوئی پسماندگی اور اخلاقی پستی کی وجہ سے ضرور اس کی مستحق تھی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہم وہیں سے شروع ہو اور کار نبوت کا افتتاح بھی اسی قوم میں ہو۔ ام القریٰ (مرکز عالم، مکہ) اور جزیرہ نمائے عرب اپنے جغرافیائی جائے وقوع سیاسی آزادی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد کے لئے بہترین مرکز تھے اور عربی قوم اپنی نفسیاتی خصوصیات اور اخلاقی امتیازات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی بہترین سفیر اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی موزوں ترین قاصد بن سکتی تھی۔

اسوہ حسنہ اور ہماری کامیابی

اس وقت تک کوئی بھی مؤمن کامیاب اور بامراد زندگی کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ طور طریقوں کو زندگی کے عملی سانچے میں نہ ڈالیں۔ ہر عاشق اپنے محبوب کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جس نے میری سنت کو پسند کیا اور محبت کی تو اس نے میری اطاعت کی۔"

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل انسان تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ حرکات وسکنات جن کو عادت کہا جاتا ہے مکمل اعتدال پر تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید ہر انسان کے دل کو معتدل بنا سکتی ہے۔ اعضائے ظاہر کو دل کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اگر مسلمان اپنے ظاہری اعمال کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اور اپنی عادات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع کر دے گا تو اس کے اعضاء اور عادات میں اعتدال پیدا ہو کر دل کی کجی دور ہو جائے گی۔ نیکی سے اسے محبت اور گناہ سے نفرت ہوتی چلی جائے گی۔"

(ہمیں بڑے مسلمان)

اتباعِ سنت ہر مسلمان پر فرض ہے۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا ارشاد ہے کہ:

"اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا آئے اور لاکھوں مرید پیچھے لائے مگر سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ناجائز، اس کی بیعت حرام اور اگر کوئی شخص کر چکا ہو تو توڑنا فرض ہے۔"

اور یہی مفہوم قرآن کریم کی آیۂ مبارکہ
ولکم فی رسول اللہ
اسوۃ حسنۃ کا بالکل صحیح ترجمہ اور مصداق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تعلیم و تربیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی تعلیم و تربیت کے دو طریقے رکھے تھے۔ ایک غیر مستقل جس میں عرب کے مختلف قبائل کے آدمی مدینہ آ کر چند دن قیام کرتے، ضروری مسائل سیکھ کر واپس جاتے تھے اور اپنے قبیلہ کو تعلیم دیتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: عرب کے ہر قبیلہ کا ایک گروہ جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی امور دریافت کر کے دین میں تفقہ حاصل کرتا تھا۔ دوسرا طریقہ مستقل درس و تعلیم کا تھا اور اس کے لئے صفہ کی درسگاہ مخصوص تھی۔ اس میں وہ لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے جو علائقِ دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر اپنے کو دینی تعلیم اور عبادت و ریاضت کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ اس درسگاہ میں دو حلقے تھے۔ ایک درس و تعلیم کا، دوسرا ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت کا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس سے برآمد ہوئے تو مسجد میں دو حلقے تھے۔ ایک حلقے کے لوگ تلاوت و دعا میں معروف تھے اور دوسرے حلقے کے تعلیم و تعلم میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تحسین فرمائی اور خود یہ اشارہ فرما کر کہ میں صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، درس و تعلیم کے حلقہ میں بیٹھ گئے۔

صاحبِ خُلقِ عظیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجسمۂ اخلاق تھے اللہ تعالیٰ نے خود ہی مخاطب کر کے فرمایا:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ

اور بقول حضرت عائشہؓ:

کانَ خُلُقُہُ القُرآن

جس طرح اسلام اپنی تعلیمات کی جامعیت کے لحاظ سے دوسرے مذاہب میں ممتاز ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاقی تعلیمات کے نمونے کے لحاظ سے دوسرے انبیاءؑ اور رسلؑ میں امتیاز حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جن مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی ان کو عملاً برت کر دکھایا۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اپنے فارسی قصیدہ میں لکھتے ہیں:

صاحبِ خلقِ عظیم و مظہرِ جود عمیم
آیتِ رحمت کہ شانِ او رؤف است و رحیم
رحمۃ للعالمینؐ خواندش خداوند کریم
خَلق و خُلق و قول و فعل و دید و ہمت او حمید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ معاشرت عادات اور اخلاق کا جو نمونہ پیش کیا ہے انسانی دنیا کے نقوشِ زندگی میں اس کی مثال ملنا بالکل مشکل ہے۔ امیر الشعراء احمد شوقی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں کھینچا ہے۔ احمد شوقی کہتے ہیں:

یا من لہ الاخلاق ما تہوی العُلا
منہا وما یتعشق الکبراءُ

ترجمہ: اے وہ ذاتِ گرامی جس کے عادات و اخلاق ایسے تھے کہ عالی حوصلگی ان میں سے بعض کی آرزومند ہوتی ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر اور عظیم المرتبت لوگ ان پر فریفتہ ہوتے ہیں۔

لولم تقُم دیناً، لقامت وحدَہا
دیناً تضیءُ بنورِہ الآناءُ

ترجمہ: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین و شریعت کو قائم نہ کرتے تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات تنہا شریعت و مذہب بن جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام اوقات منور ہو گئے۔

زانک فی الخلق العظیم شمائل
یُغری بہنّ ویُولعُ الکرماءُ

لہذا اخلاق کے لحاظ سے ایسے محاسن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زینت دی ہے کہ جن کی وجہ سے معزز مشتاقوں کو ترغیب دی جاتی ہے اور شرفاء اس پر فریفتہ ہیں۔

(ترجمہ از قاری فیوض الرحمٰن ایم اے)

ظہورِ اسلام سے پہلے عرب کی خصوصاً اور سارے عالم کی عموماً جو اخلاقی اور مذہبی حالت تھی وہ حد درجہ کی خراب تھی لیکن تھوڑی ہی مدت میں وہی عرب دنیا کے معلم اخلاق بن گئے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات لامحدود ہیں۔ ہر ایک معجزہ انسان کو تصدیق قلبی کی تشفی کے لئے کافی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں ان معجزات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس کا ملخص یہ ہے:

جنگ خیبر میں یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے میں زہر ملا دیا اور اللہ تعالےٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا۔ اسی جنگ میں مسلمہ بن اکوعؓ کو بڑی سخت ضرب پہنچی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اس پر دم کیا۔ اس کے بعد پھر کبھی آپ کو درد نہیں ہوا۔

آپؐ نے قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا اور کوئی آڑ اور پردہ نہ تھا۔ اسوقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درختوں کو بلایا تو وہ اس طرح سے چلے آئے جیسے نکیل پڑا اونٹ مطیعانہ چلتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو گئے تو ان کو ان کی جگہ پر واپس کر دیا۔

جب ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا چاہا اور تلوار کا ہاتھ اٹھایا اللہ تعالےٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا پس اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔

اور اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کا القا کیا جو ملاءِ اعلیٰ میں قرار پا چکی تھی کہ سرکشوں کو لعنت کی جائے اور ان کی شوکت و رسوم کو مٹا دیا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ اور جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کو موتہ کی طرف بھیجا۔ اور نبی علیہ السلام پر انؓ کا حال ظاہر ہو گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق آنے سے پیشتر خبر شہادت دیدی کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور آپ نے ایک شخص کو جو مدعی اسلام تھا اور جہاد میں دل کھول کر لڑتا تھا یہ فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ پس قریب تھا کہ بعض لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں شک پیدا ہو لیکن بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ خودکشی کر کے مرا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنہ سے تکیہ لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پس جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ممبر بن گیا اور اس پر قیام فرمایا تو اس تنہ نے گریہ و زاری کی یہاں تک کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو پکڑ کر چمٹا لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کی والدہ کے لئے دعا فرمائی پس وہ اسی روز مسلمان ہو گئیں۔

مولانا محمد اجمل خان لاہوری نے مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں ختم نبوت کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے کہا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمدؐ بھی ایک معجزہ ہے جو کہ ختم نبوت پر ایک واضح دلیل ہے۔ حمد اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کی انتہا اور آخیر ہو۔ کھانے پینے کے بعد حمد کہا جاتا ہے۔ محمد بھی حمد سے ہے۔ جنت میں داخل ہو کر جنتی آخر میں کہیں گے:

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بقیہ: تحریک آزادی کے رہنما

حکیم صاحب کے بارے میں سردار صاحب کے نام تعارفی خط دیا جسے وہ لیکر لاہور سے دہلی پہنچے۔ سفیر سے ملاقات کا بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ آپ رات کے اندھیرے میں جا کر سفیر سے ملے اور علامہ اقبالؒ کا خط دیا۔ سردار صاحب بڑے لطف و کرم سے پیش آئے اور افغانستان کی حکومت کو تمام حالات سے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا۔ ان کی جیب میں ایک بند لفافہ بھی ڈال دیا جسے انہوں نے حسب ہدایت گھر آ کر کھولا تو اس میں خطیر رقم زادراہ کے لئے موجود تھی۔ سفیر کے توجہ دلانے پر حکومت افغانستان نے احتجاج کیا اور قبائلی علاقے پر بمباری فوراً رک گئی۔ حکیم صاحب کی یہ کوشش بالکل منظر عام پر آ گئی۔ وہ نام و نمود اور صلہ و ستائش سے بے نیاز تھے۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب کو ۱۹۳۹ء میں اس لئے پابند سلاسل کیا گیا کہ انہوں نے سبھاش چندر بوس کو ملک سے فرار ہونے میں مدد دی۔ چنانچہ انہیں ساڑھے تین سال کے لئے دیولی کیمپ راجپوتانہ میں نظربند کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد تین سال تک ہری پور میں پابند مسکن رکھا گیا۔ آپ نے برصغیر کی تحریک آزادی کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لئے اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لئے زبردست جد و جہد کی۔ مجھے ان سے کئی مرتبہ تفصیلی ملاقات کا موقعہ ملا۔ ذاتی کردار کے لحاظ سے آپ انتہائی مخلص، محنتی مونس و غمگسار اور شریف النفس انسان تھے۔

بقیہ: ڈاکٹر عبدالرشید سے ایک ملاقات

کہا کہ جہاں تک انتظامیہ کا تعلق ہے مارشل لاء ختم ہونے کے باوجود انتظامیہ پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑا۔ انہوں نے وہی پرانا طرز اپنایا ہوا ہے۔ عوام کو معمولی معمولی کاموں کے لئے کئی کئی دن تک عدالتوں میں چکر لگانا پڑتے ہیں۔ بے شمار مقدمات تصفیہ طلب ہیں۔ اس سلسلہ میں عوام کو نوکر شاہی سے نجات دلانا بہت ضروری ہے

اسلامی نظام:

انہوں نے کہا کہ ملک میں مکمل طور پر اسلامی نظام نافذ کیا جائے اور حکومت نے ملک میں جو چند اسلامی تعزیرات نافذ کی ہیں ان پر موثر طور پر عملدرآمد ہونا چاہیئے۔ زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کا صحیح نظام رائج کیا جائے اور ان کمیٹیوں میں علماء کو بھرپور نمائندگی دی جائے۔ سود۔ غیر اسلامی ٹیکس ختم کئے جائیں۔ غیر اسلامی نظریات کا پرچار کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔ ملک میں غیر ضروری اشیاء کی درآمد بند کی جائے اور فوجی ٹریننگ لازمی کی جائے و باڑی میں سائنس ڈگری کالج جلد از جلد بنایا جائے۔

ترتیب: محمد ادریس

جمعیۃ طلبہ اسلام کے تاریخ ساز کنونشن میں مسلم ممالک کے سفیر بھی شرکت کریں گے

طلبہ پورے جوش و خروش سے تیاریاں شروع کر دیں۔

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے زیر اہتمام پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے سلسلہ میں ۷-۸ مارچ کو شیرانوالہ گیٹ لاہور میں منعقد ہوگا جس میں ملک بھر سے علماء، طلباء، دانشور شرکت کریں گے۔ اس کے علاوہ جمعیۃ طلبہ اسلام اس تاریخ ساز کنونشن میں مسلم ممالک کے سفیر حضرات کو بھی شرکت کی دعوت دے گی۔ تمام ساتھیوں کو اس کنونشن کے شایان شان اپنی تیاریاں پورے جوش و خروش سے شروع کر دینی چاہئیں۔ کنونشن کی تیاریوں اور انتظامات کے سلسلے میں ساتھیوں کو ایک سرکلر کے ذریعے ہدایات جاری کر دی جائیں گی۔ مرکز کی طرف سے کنونشن کا تعارفی اشتہار چھپ چکا ہے، وہ تمام اضلاع کو بھیجا جا رہا ہے۔ جس مقام یا شاخ کے پاس اشتہار نہ پہنچیں وہ فوری طور پر مرکز سے طلب کریں۔ اس کے علاوہ مقامی، ضلعی اور صوبائی تنظیمیں اپنے طور پر چھوٹے اشتہارات پمفلٹ اور سٹکرز (پٹیاں) وغیرہ اپنے طور پر چھپوا کر لگا سکتے ہیں۔

اظہار تعزیت

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی صدر اور پشاور یونیورسٹی کے سابق جنرل سیکرٹری قائد طلبہ جناب جاوید ابراہیم پراچہ کے والد ماجد جناب حاجی محمد ابراہیم پراچہ صاحب قضائے الٰہی سے اس دنیا سے انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم بہت سی صفات کے مالک تھے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں ان کا ایک بلند مقام ہے۔ جمعیۃ طلبہ اسلام کی ملک بھر کی شاخوں سے برابر تعزیتی پیغامات دفتر پہنچ رہے ہیں، ان میں سے چند ملاحظہ ہوں:

صوبہ سندھ کے ساتھی جناب محمد اسلم شیخ صاحب، حافظ مظہر حسین اور مطلوب احمد رندھاوا نے تھرپارکر سے، حافظ عبدالحفیظ اور آصفیہ شیخ نے میرپور خاص سے اور محمد الیاس تمنا اور شاہد معراج راجپوت نے کراچی سے جناب جاوید ابراہیم پراچہ کے نام ان کے والد ماجد کی وفات پر تعزیتی پیغامات بھیجے ہیں۔ انہوں نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ حاجی صاحب کی بے وقت موت سے جمعیۃ کے کارکنوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حاجی صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

صوبہ پنجاب کے شہر لاہور سے رحمٰن پورہ کے ساتھیوں نے بھی ایک اجلاس میں جس کی صدارت قاری انیس الرحمٰن قریشی نے کی جناب حاجی پراچہ صاحب کی اچانک وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ آخر میں ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اسی طرح جمعیۃ طلبہ اسلام سرائے عالمگیر نے بھی ایک اجلاس میں جس کی صدارت انور علی دہلوی نے کی، حاجی صاحب کی وفات پر تعزیت کی۔ علاوہ ازیں عیسیٰ خیل سٹوڈنٹس فیڈریشن کے قاری طفیل احمد شاہد نے بھی تعزیت کا پیغام بھیجا ہے۔

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جمعیۃ طلبہ اسلام حیدرآباد کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام بعنوان سیرت النبیؐ مورخہ ۱۸-۱۹ ربیع الاول بروز بدھ جمعرات بعد از نماز عشاء ہوگا جس میں مولانا سلیم اللہ خان، مولانا تقی عثمانی، مولانا خان محمد ربانی، مولانا زاہد الراشدی وغیرہ حضرات کے علاوہ جمعیۃ طلبہ اسلام کے مرکزی و صوبائی عہدیداران شرکت فرمائیں گے۔

بہاولپور اور ملتان ڈویژن کے ساتھی متوجہ ہوں

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کی عاملہ کے اراکین جو ۷-۸ فروری سے بہاولپور اور ملتان ڈویژن کا دورہ کر رہے تھے اسے چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر ملتوی کر کے حسب ذیل پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔

۱۵-۱۶ فروری	بہاولنگر (ضلعی تربیتی اجتماع)	عبدالخالق ندیم، ظفر لیسین بٹ، خالد محمود ڈوٹو
۱۷ فروری	بہاولپور	عبدالخالق ندیم، خالد محمود ڈوٹو
۱۸ فروری	رحیم یار خاں	

ملتان ڈویژن

۱۷ فروری	ملتان	ملک خلیل احمد اعوان، ظفر لیسین بٹ، قاری محمد اختر
۱۸ فروری	مظفر گڑھ	
۱ فروری	ڈیرہ غازی خان	

پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات

کے سلسلے میں طلبہ کا

عظیم الشان ملک گیر

کنونشن

بتاریخ ———— بمقام

۷-۸ مارچ ۱۹۸۰ء شیرانوالہ گیٹ لاہور

جس میں ملک بھر سے طلباء، علماء و کلاء اور
دانشور کثیر تعداد میں شرکت کریں گے۔
مسلم ممالک کے سفیر حضرات بھی شرکت کریں گے۔

شعبہ نشر و اشاعت جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان ۴۳-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور